اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (النسآء:136)

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۔وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

مؤمنوں کو ایمان لانے کا حکم:۔

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے ایمان والو! اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ پر ایمان لے آؤ! اس آیتِ مبارکہ میں ایمان والوں سے خطاب ہو رہا ہے اور ان کو حکم مل رہا ہے اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ کہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آؤ۔ تو یہ بات کتنی عجیب ہے کہ کافروں سے خطاب نہیں، مشرکوں سے خطاب نہیں، منافقوں سے خطاب نہیں، یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا، یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا، یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ نَافَقُوْا، نہیں کہا۔ خطاب کن کو ہے؟ یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا (النسآء:136) اے ایمان والو! اور حکم کیا دیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ پر ایمان لے آؤ۔

مفسّرین نے اس کا معنیٰ لکھا اتقوا کہ تقویٰ اختیار کرو۔ بعض مفسّرین نے فرمایا کہ اے زبان سے ایمان لانے والو! اپنے دل سے بھی اس کا اقرار کرلو۔ چونکہ ایمان کے دو درجے ہیں، اقرار بالّلسان و تصدیق بالقلب، زبان سے اقرار کرنا اور دل سے اس کی تصدیق کرنا، تو مقصود یہ تھا کہ اے زبان سے اقرار کرنے والو! تم دل سے بھی اس کی تصدیق کرلو۔

تصدیق بالقلب کا مطلب:

اس اقرار باللسان میں تو ہم سب شامل ہیں، لیکن تصدیق بالقلب کا درجہ ذرا مشکل ہے کہ دل بھی تصدیق کر دے۔ آج زبان تو کہہ دیتی ہے کہ میں نے مان لیا مگر دل کی حالت وہ نہیں ہوتی۔ کسی شاعر نے کہا:

تو عرب ہے یا عجم ہے تیرا لا الہ الا لغت غریب جب تک تیرا دل نہ دے گواہی

جب تک دل گواہی نہ دے، زبان سے نکلے الفاظ لغت غریب کی مانند ہیں۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

تو دل کا گواہی دینا زیادہ اہم ہے۔اس لئے کہ انسان سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک مومن بن جائے، مسلمان بن جائے، اس درجہ کو پانے کے لئے بڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔

چند دیہاتی لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، کلمہ پڑھا اور انہوں نے احسان جتلایا کہ اب تو ہم مومن بن گئے۔تو اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں بات کو صاف کر دیا۔فرمایا:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ط قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا (الحجرت:14) اعرابیوں نے یہ کہا کہ ہم ایمان لے آئے، آپ فرما دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے وَلٰكِنْ قُوْلُوْآ اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (الحجرت:14) بلکہ تم یوں کہو کہ ہم نے اسلام قبول کیا، ابھی تو ایمان تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔

تو معلوم ہوا کہ زبان سے ان کلمات کو پڑھ لینے سے، کلمہ پڑھ لینے سے انسان، اسلام کی حدود میں تو داخل ہو جاتا ہے لیکن ایمان کامل دل میں آجائے اس کے لیے کوئی اور درجہ بھی ہے اور وہ کیا ہے؟ کہ

انسان کے دل میں اس کلمہ کی محبّت بیٹھ جائے اور دل تسلیم کر لے کہ میں نے اللہ رب العزت کے حکموں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ اب جو حکمِ خدا ہوگا وہ میرے اس جسم کے اوپر لاگو ہو جائے گا، یہ تصدیق بالقلب ہے۔ اس کا رتبہ پانے کے لیے کچھ محنت کرنی پڑتی ہے۔

یہ شہادت گہے الفت میں قدم رکھنا ہے　　لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

بلکہ فارسی میں کسی نے کہا:

چوں می گویم مسلمانم بلرزم　　کہ دانم مشکلات لا الہ الا

جب میں کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو میں کانپ جاتا ہوں کہ میں لا الہ الا اللہ کہنے کی مشکلات کو جانتا ہوں۔

چنانچہ زبان سے اقرار پہلا قدم ہے اور دل سے تصدیق یہ دوسرا قدم ہے۔

عمل دل کی حالت کا آئینہ دار ہے:

اب کیسے پتہ چلے کہ زبان سے لا الہ الا اللہ کہنے والا اپنے قول میں سچا بھی ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اس امت کے علماء کو کہ انہوں نے پتہ صاف کر دیا، انہوں نے اس کی تعریف یوں کی:

اَلْاِیْمَانُ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِیْقٌ بِالْجَنَانِ وَعَمَلٌ بِالْاَرْکَانِ

کہ ایمان ہے، زبان سے اقرار کرنا، دل سے اس کی تصدیق کرنا اور اپنے اعضاء سے اس پر عمل کرنا۔

یہ جو اعضاء سے اس پر عمل کرنا ہے، اس سے فوراً انسان کا جو اندر ہے وہ کھل جاتا ہے، ڈھول کا پول کھل جاتا ہے، دورنگی سامنے آجاتی ہے، انسان کا عمل تصدیق کر دیتا ہے کہ دل کی حالت کیا ہے۔

بناوٹی خوف:

چنانچہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک شخص بڑا صوفی صافی بنتا تھا، ایک مرتبہ جو امام مسجد تھے وہ آنہ سکے، کوئی عذر تھا، تو لوگوں نے اسے کہا کہ جی آپ نماز پڑھا دیجیے۔ وہ کہنے لگا کہ بھئی میں تو نماز نہیں پڑھاتا، پوچھا کیوں؟ کہنے لگا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ میں نماز شروع کروں اور میری موت آجائے اور میں نماز مکمّل ہی نہ کرسکوں۔ لوگوں نے کہا: کیا بات ہے! ایسی کیفیت کہ نماز شروع کریں تو یہ خوف ہے کہ موت نہ آجائے اور نماز مکمّل نہ ہوسکے۔ تو لوگوں نے کہا کہ نہیں آپ پڑھا دیجیے۔ وہ راضی ہوگیا اور کہنے لگا: اچھا میں یہ نماز تو پڑھا دیتا ہوں، اگلی نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ تو بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے پکڑ کر گریبان سے پیچھے کیا، فرمایا کہ تو بناوٹی بندہ ہے۔ ابھی کہہ رہا تھا کہ میرے اوپر اتنا خوف غالب ہے کہ نماز شروع کروں تو پتہ نہیں مکمّل بھی کرسکوں گا یا نہیں اور ابھی کہہ رہا ہے کہ اگلی نماز نہیں پڑھاؤں گا، کیا اگلی نماز تک زندہ رہنے کا یقین ہے؟ تو انسان کا عمل دل کی حالتکھول دیتا ہے۔ یہ بناوٹ چل نہیں سکتی۔ اسی لئے جسم کے اعمال گواہی دیتے ہیں کہ دل کی حالت کیا ہے؟

مومن اور غیر مومن میں فرق:

مؤمن اور غیر مؤمن میں چند بنیادی فرق ہیں:

مومن بن دیکھے مانتا ہے، کافر دیکھ کر مانتا ہے:

پہلا فرق تو یہ کہ مومن بن دیکھے مانتا ہے اور غیر مومن یعنی کافر، وہ دیکھ کر مانتا ہے۔ چنانچہ مومن اپنی زندگی میں سب کو مان لیتا ہے۔ کیوں؟ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (البقرہ:3) بن دیکھے مان لیا اور غیر مومن جب موت کے وقت اس کی آنکھوں کا پردہ کھلتا ہے۔

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآئَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (ق:22) پس ہم نے تجھ سے تیرا پردہ دور کر دیا، پس آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے۔

تو جب وہ سامنے دیکھتا ہے پھر مان لیتا ہے۔

چنانچہ فرعون نے کیا کیا؟ اپنی موت کے وقت کہنے لگا

میں موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لاتا ہوں۔

جو ساری زندگی خود خدائی کا دعویٰ کرتا پھرا، اب موت کے وقت وہ خود ایمان لانے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر اس کو فرمایا گیا: الآن...... اب ایمان لائے، اب تو بہت دیر ہوگئی، اب تو چونکہ تم نے آنکھوں سے دیکھ لیا، اب ایمان والا معاملہ ختم ہوگیا۔ اب مشاہدہ شروع ہوگیا، تو ایمان اور مشاہدہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایمان بن دیکھے ماننے کو کہتے ہیں اور مشاہدہ دیکھ کر ماننے کو کہتے ہیں۔ تو مومن جس چیز کو بن دیکھے مانتا ہے، غیر مومن اسی چیز کو دیکھ کر مان لیا کرتا ہے۔

مومن بخوشی مانتا ہے، غیر مومن مجبوراً مانے گا:

چنانچہ مومن جس چیز کو اس دنیا میں بخوشی مانتا ہے، غیر مومن اسی چیز کو ایک وقت آئے گا کہ مانے گا، مگر مجبور ہو کر۔ چنانچہ قیامت کے دن کافر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو ان کے سر شرم سے جھکے ہوں گے۔ اور کیا کہیں گے؟

رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ (السجدہ:12) اے ہمارے رب! آج ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور سن لیا، اب ہمیں واپس لوٹا دیجیے، اب ہم نیک عمل کریں گے ہمیں اس بات پر پکا یقین آ گیا ہے۔

تو مومن نے زندگی میں بخوشی مانا اور کافر نے قیامت کے دن مجبور ہو کر مانا۔

بروز قیامت کافر کو حسرت ہوگی، مومن مسرور ہوگا:

تیسرا فرق یہ ہے کہ قیامت کے دن جب ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا تو وہ کہیں گے:

رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآ لِّيْنَ (المؤمنون:106) اے ہمارے پروردگار! ہم پر بد بختی غالب آ گئی اور ہم گمراہ ہو گئے۔

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ (المؤمنون:107) اے اللہ! ہمیں اس سے نکال دیجیے اگر ہم لوٹ کر پھر برے عمل کریں تو پھر واقعی ہم ظالم ہیں۔

تو قیامت کے دن کافر لوگ مجبور ہو کر ہر اس چیز کو تسلیم کریں گے، جس کو مومن اسی دنیا کے اندر بخوشی تسلیم کرتا ہے۔ چنانچہ مومن یہ کہتا ہے: اے پروردگار!

اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا (ال عمرن:193) اے اللہ! ہم نے آپ کے منادی کو سنا جو آواز لگا رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ، پس ہم ایمان لے آئے۔

تو مومن کا درجہ اللہ رب العزت کے ہاں اسی لئے بڑا ہے کہ وہ بن دیکھے، بخوشی ہر اس حقیقت کو تسلیم کر لیتا ہے جس کو قیامت کے دن کافر مجبور ہو کر اور دیکھ کر تسلیم کریں گے۔

انسان کی قیمت:

اسی لئے اللہ رب العزت کے ہاں ایمان کی بہت بڑی قیمت ہے، بلکہ انسان کا مرتبہ ہی اس کے ایمان کی وجہ سے ہے۔ اگر ایمان نہ ہو تو انسان کی کوئی اوقات ہی نہیں۔ دیکھیں! انسان چند عناصر سے مل کر

بنا: آگ، پانی، ہوا اور مٹی۔ انسان جن اجزاء سے مل کر بنا، اگر آپ ان کا اندازہ لگائیں تو وہ پانی ہے، کاربن ہے، آکسیجن ہے اور نائٹروجن ہے۔ سائنس پڑھنے والے جانتے ہیں کہ انسان امائنو ایسڈ سے بنا، اگر ان تمام عناصر کی قیمت مارکیٹ کے حساب سے لگائی جائے تو ایک انگریز سائنسدان رابرٹ پیٹرسن نے کہا کہ ''انسان کے تمام عناصر کی کل قیمت ساڑھے چھ ڈالر ہے'' یعنی انسان جن عناصر سے مل کر بنا ان عناصر کی کل قیمت ساڑھے چھ ڈالر ہے۔ اگر ایمان الگ ہو جائے تو انسان کی کیا قیمت بنی؟ ساڑھے چھ ڈالر!! کتنا عظیم ہے وہ پروردگار جس نے اتنی بے قیمت چیزوں سے اتنا قیمتی انسان پیدا فرما دیا، تو انسان کی قیمت ہی اس کے ایمان کی وجہ سے ہے۔

پروردگار کی عظمت:

آپ گائے کو دیکھیں، چارہ کھاتی ہے، پانی پیتی ہے اور دودھ دیتی ہے۔ کیا انسان کوئی ایسی مشین بنا سکتا ہے جس کے اندر چارہ ڈال دیا جائے اور پانی ڈال دیا جائے، پھر اس میں سے دودھ نکل آئے؟ شہد کی مکھی کو دیکھو! وہ بھی پھولوں کا رس چوستی ہے اور اس میں سے شہد نکلتا ہے، کیا انسان کوئی ایسی مشین بنا سکتا ہے کہ جس میں ایک طرف سے پھول ڈال دیئے جائیں اور دوسری طرف سے شہد نکل رہا ہو؟ انسان ایسا نہیں کر سکتا۔ ریشم کا کیڑا بھی شہتوت کا پتہ کھاتا ہے، پانی پیتا ہے اور اس میں سے ریشم نکلتا ہے۔ بکری بھی شہتوت کا پتہ کھاتی ہے، پانی پیتی ہے اور اس میں سے دودھ نکلتا ہے۔ آپ سوچیں کیا انسان ایسی مشینیں بنا سکتا ہے کہ شہتوت کے پتے ڈالیں، پانی ڈالیں، ایک طرف سے ریشم بن کر نکل رہا ہو اور دوسری طرف سے دودھ بن کر نکل رہا ہو؟ نہیں، انسان کے بس میں یہ نہیں ہے۔ پروردگار کی عظمت دیکھیے کہ اس نے کیسے جاندار بنا دیئے! جو کتنی کم قیمت چیزوں کو استعمال کرتے ہیں اور کتنی قیمتی چیزوں کو وہ اپنے جسم سے نکالتے ہیں۔

انسان کی اوقات:

اب اس کے مقابلے میں انسان کو دیکھیں کہ اگر اس کے اندر ایمان نہیں، فقط جسم موجود ہے، تو یہ کھاتا کیا ہے؟ پھل کھاتا ہے، کتنی خوشگوار غذائیں کھاتا ہے اور پھر اپنے جسم سے نکالتا کیا ہے؟ ایسی بدبودار چیز کہ انسان اس کو پاس کھڑا ہو کر سونگھ نہیں سکتا، نجاست، گندگی۔

ایک اللہ والے گزر رہے تھے، گندگی کا ڈھیر قریب آیا تو وہ رونے لگ گئے، کسی نے کہا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کہنے لگے کہ اس گندگی کے ڈھیر نے مجھ سے مخاطب ہو کر کلام کیا اور یہ کہا کہ اے انسان! ذرا اپنی اوقات کو پہچان، میں کتنی خوشبودار غذائیں تھی، پھل تھی، اعلیٰ اعلیٰ نعمتیں تھی، خوش ذائقہ کھانے تھی، تو نے مجھے استعمال کیا، جب میں تیرے جسم سے خارج ہوئی تو اتنی بدبودار بن گئی، تیرے تھوڑی دیر کے ساتھ نے مجھے کیا سے کیا بنا کر رکھ دیا! تو اگر ایمان کا معاملہ نہ ہو تو انسان کی اوقات ہی کیا؟ اتنی اعلیٰ چیزوں کو اتنی گندی چیزوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔

ایمان والا انسان اللہ کا دوست ہے:

معلوم ہوا کہ انسان کی قیمت ہی اس کے ایمان کی وجہ سے ہے، اسی سے یہ اشرف المخلوقات بنا، اسی سے یہ اللہ رب العزت کا پیارا بنا، اسی سے اللہ نے اس کو فضیلت عطا فرمائی۔ چنانچہ جو ایمان والا انسان ہو وہ اللہ رب العزت کا دوست ہے۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (البقرہ: 257) اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔

انسان صفاتِ الٰہیہ کا مظہر ہے:

اچھا دیکھیں! انسان میں جو صفات ظاہر میں نظر آتی ہیں، وہی صفات ہم اللہ رب العزت کے ساتھ غیب

کے ساتھ مانتے ہیں، مثلاً: انسان کے اندر ہمیں سماعت ملتی ہے، بصارت ملتی ہے، دل ملتا ہے، ارادہ ملتا ہے، وجود ملتا ہے، ان تمام صفات کو ہم بن دیکھے اللہ میں تسلیم کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت میں یہی صفات موجود ہیں مگر فرق اتنا ہے کہ انسان کے اندر یہ صفات ناقص ہیں، اللہ تعالیٰ کے اندر یہ صفات کامل ہیں، انسان مخلوق ہے، اللہ رب لعزت خالق ہیں۔ انسان میں یہ صفات محدود ہیں، اللہ تعالیٰ کی صفات لامحدود ہیں۔ انسان بے اختیار ہے، اللہ تعالیٰ اختیار والی ذات ہے۔ انسان کے اندر یہ صفات فانی ہیں، اللہ رب العزت کے اندر یہ صفات باقی رہنے والی ہیں۔ انسان کے اندر یہ صفات عطائی ہیں، اللہ کی دی ہوئی ہیں، جب کہ اللہ کے اندر یہ صفات اس کی ذاتی ہیں۔ تو انسان اللہ تعالیٰ کے وجود کی دلیل ہے۔ جس نے انسان کو دیکھا وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار نہیں کر سکتا، ہم انہی صفات کے ساتھ جو انسان میں موجود ہیں اور ناقص حالت میں ہیں، اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں مگر کامل صفات کے ساتھ۔

انسان ایک نوخیز کلی کی مانند ہے:

انسان جب اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو اس کی حالت ایسے ہوتی ہے جیسے پودے کی کلی کھلتی ہے۔ تو بچہ اس دنیا میں ایک کلی کی مانند کھلتا ہے، لیکن جب بڑا ہوتا ہے تو اس کا سینہ آرزوؤں کا قبرستان بن جاتا ہے۔

دیکھا گیا ہے کہ جب بھی کوئی فصل اگائی جاتی ہے، اس کے ساتھ کچھ خودرو فصلیں بھی اگ آتی ہیں، ایسی فصلیں جو انسان نہیں چاہتا وہ خود بخود اگ آتی ہیں، چنانچہ ان فصلوں کو ختم کرنا پڑتا ہے۔ کسان لوگ جانتے ہیں کہ بعض موسموں میں جب کھیت میں کوئی کھیتی کی جائے تو ایک خودرو پودا اگ آتا ہے اس کو اِٹ سِٹ کہتے ہیں، ایک اور پودا ہم اس کو اپنی زبان میں باتھو کہتے ہیں، وہ بھی اگ آتا ہے، انگلش میں ان خودرو پودوں کو weed کہتے ہیں۔ کسان نہیں چاہتا کہ یہ اگیں مگر وہ بخود اگ آتے ہیں، ان

کا بیج زمین میں پہلے سے موجود ہوتا ہے، جب پانی ملا، کھاد ملی تو جہاں فصل اگی وہاں یہ بھی اگ آئے۔ یہ خودرو پودے غیر مطلوب ہوتے ہیں، کسان ان کو نہیں چاہتا، اس لئے کہ وہ کھیت کی ۴۰ فیصد سے ۶۰ فیصد تک کی خوراک حاصل کر لیتے ہیں۔ اگر ان کو نہ نکالا جائے تو اصل فصل کمزور ہو جاتی ہے، لہٰذا ان کو نکالنا ضروری ہوتا ہے۔

انسان کے نامطلوب اوصاف:

جب یہ بات سمجھ لی تو ایک اور بات سمجھ میں آ گئی کہ انسان کے اندر کچھ صفات مطلوبہ ہوتی ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ کچھ چیزیں غیر مطلوبہ آ جاتی ہیں۔ جس طرح کھیتی کے اندر خودرو پودوں کو کوئی کیمیکل چھڑک کر ختم کر دیا جاتا ہے، ان کو ختم کرنے کے لئے ویڈوسائیڈ استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح انسان کو ان رذائل کو خود ختم کرنا پڑتا ہے۔ اگر ان رذائل کو ختم نہ کیا تو اس کی صفات پھر ان رذائل کے اندر چھپ جاتی ہیں۔

اقتدار کے ساتھ تکبّر:

مثال کے طور پر: آپ ذرا غور کیجئے کہ جس انسان کو اقتدار ملے تو تکبّر اس کے ساتھ خود بخود آ جاتا ہے، کرسی ملی اور تکبّر آ گیا۔ تو اس تکبّر کی مثال بھی خودرو اگنے والے پودے کی مانند ہے۔ اسلئے فرعون کو اللہ رب العزت نے اقتدار دیا تھا، ایسا تکبّر اس کے اندر آیا کہ کہنے لگا،

أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ (النزعت:24) خدائی کا دعوی کر بیٹھا۔ اتنا تکبّر کہ اپنی فوج اپنے ملک کے لوگوں کو اس نے خطاب کیا، تقریر کی اور ان کو کہنے لگا: أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ کیا یہ ملک مصر میرا نہیں؟ وَهَٰذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي (الزخرف:51) اور دیکھو! یہ نہریں میرے تحت بہہ رہی ہیں۔ یہ میرا آبپاشی

کا نظام دیکھو! دریاؤں کا نظام دیکھو! تو یہ تکبّر انسان میں خود بخود آجاتا ہے۔

دولت کے ساتھ بخل:

اسی طرح انسان کو جب اللہ تعالیٰ دولت عطا کردے تو بخل کی فصل خود بخود اگ آتی ہے، ہر انسان جس کے پاس دولت ہو، اس کے پاس سخاوت نہیں ہوتی۔ جس کے پاس زیادہ مال آتا ہے اکثر و بیشتر اسمیں بخل پیدا ہوجاتا ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو روزانہ اپنے بینک بیلنس کو دیکھتے ہیں۔ تو یاد رکھیں! کچھ لوگ مالدار ہوتے ہیں اور کچھ لوگ مال کے چوکیدار ہوتے ہیں، دونوں میں فرق ہے۔ مالدار کی مثال عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اللہ نے خوب دیا اور انہوں نے دونوں ہاتھوں سے اللہ کے دین کے لئے خرچ کیا، یہ مالدار ہوئے۔ کچھ مال کے چوکیدار ہوتے ہیں، اس کا استعمال کرنا ان کے اپنے نصیب میں نہیں ہوتا، جمع یہ کرتے ہیں پھر مزے ان کی اولادیں اڑاتی ہیں۔ حساب قیامت کے دن یہ دیں گے اور مزے ان کے بعد آنے والے اڑائیں گے۔ تو اس مال کا کیا فائدہ کہ انسان دنیا کا مالدار ہو اور قیامت کے دن کا فقیر ہو؟

قارون کو دیکھو! اللہ تعالیٰ نے کتنا مال دیا تھا مگر اسکو زکوۃ دینی بوجھ نظر آئی، چنانچہ اس نے حضرت موسیٰؑ پر الزام تراشی کا ایک بہانہ بنالیا، بالآخر اللہ نے اس کو اس کے مال اور خزانوں سمیت زمین کے اندر غرق کردیا۔

علم کے ساتھ حسد:

اسی طرح جس شخص میں علم آتا ہے اس کے ساتھ ساتھ اس میں فخر اور حسد کی خودرو فصل بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ علم بھی عجیب ہے کہ بندے کے اندر آیا تو اسکے اندر فخر اور حسد خود بخود آجاتا ہے۔ قومِ یہود کو دیکھو! ان کے پاس علم تھا مگر اس علم کے ساتھ ان کے اندر حسد بھی پیدا ہوگیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کن

لوگوں نے کیا؟ انہی لوگوں نے کیا۔اسی لیے علماء نے لکھا ہے

لولا الحسد فی العلماء لکانوا بمنزلة الانبیاء اگر علماء میں حسد نہ ہوتا تو یہ انبیاء کے مقام تک بھی جا پہنچتے۔

علم انسان کو اتنا اوپر اٹھا دیتا ہے مگر حسد بندے کو گرا دیتا ہے۔اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ جہاں علم آیا وہاں حسد کی خودرو فصل بھی پیدا ہوگئی۔ایک دوسرے کے ساتھ نہیں بنتی، سینگ نہیں سماتے اور یہی چیز انسان کی تنزلی اور اس کی گراوٹ کا سبب بن جاتی ہے۔

شہرت کے ساتھ ریا کاری:

اسی طرح جس بندے میں شہرت آئی اس میں بناوٹ اور ریا کاری کی فصل خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔آپ ذرا ٹی وی کے قراء کی شکلیں دیکھا کریں، آپ کو ساری بات خود بخود سمجھ میں آجائے گی۔اب چونکہ ریڈیو کے قاری بن گئے، ٹی وی کے قاری بن گئے اس لیے بناوٹ آجاتی ہے، سج دھج کے رہنا، بن سنور کے رہنا ان کا شعار بن جاتا ہے۔کیا فائدہ اس سکرین کے مولوی بننے کا کہ سنت ہی چھوٹی ہوتی چلی جائے؟ کہنے کو علامہ اور چہرے پر سنت ہی پوری نظر نہیں آتی تو معلوم ہوا کہ جہاں شہرت آئی بناوٹ اور ریا کاری کی فصل خود بخود پیدا ہوگئی۔

حسن و جمال کے ساتھ نمائش:

اسی طرح جہاں حسن و جمال آتا ہے وہاں نمائش کی فصل خود بخود اگ آتی ہے۔اس لئے آپ دیکھیں کہ عورتیں بے پردہ ہو کر کیوں باہر پھرتی ہیں؟ کبھی میلے منہ سے نکلیں گی؟ کبھی نہیں، کیسے نکلتی ہیں؟ نکلنے سے پہلے آدھا گھنٹہ تیار ہوتی ہیں اور پھر سمجھتی ہیں کہ اب ہم اتنی خوبصورت ہیں کہ کوئی ہمیں دیکھے گا تو پھر وہ

ہمیں پیار کئے بغیر رہ نہیں سکے گا۔تو جہاں حسن و جمال آیا اس کے ساتھ بناوٹ اور نمائش خود بخود آگئی۔ اس لئے بے پردہ عورتوں کو باہر نکلنے سے روکنے کا آسان طریقہ، ان کو کہو کہ سادہ کپڑے پہنو! سادہ کپڑے پہن کر کبھی باہر نہیں نکل سکتیں۔ یہ رنگ برنگے کپڑے، بہترین کپڑے جہاں آئے، وہاں بے پردگی آگئی۔

انسان کی ذمہ داری:

معلوم ہوا کہ جہاں اچھی چیزیں آتی ہیں وہاں غیر مطلوب قسم کی بہت سی فصلیں خود بخود اگ آتی ہیں۔تو جیسے کسان اپنے کھیت میں خودرو فصلوں کو تلف کر دیتا ہے تب اس کی صحیح فصل اچھی ہوتی ہے، انسان کی بھی یہ ذمہ داری کہ وہ اپنے اندر پیدا ہونے والے ان رذائل کو ختم کر دے تو اس کے اخلاق کی فصل اچھی ہوگی اور اللہ کے ہاں یہ انسان کامیاب ہوگا۔

انسانی زندگی کے دورخ:

انسان کی زندگی کے دورخ ہوتے ہیں، دو زاویے ہوتے ہیں: ایک ہوتی ہے خودرخی زندگی اور ایک ہوتی ہے خدارخی زندگی۔ خودرخی زندگی کا کیا مطلب؟ خودرخی زندگی کا مطلب یہ کہ میری منشاء پوری ہوگی، میری مرضی پوری ہوگی اور خدارخی زندگی کا کیا مطلب؟ کہ اللہ رب العزت کی منشاء پوری ہو۔ چنانچہ ایک ہوتی ہے من چاہی زندگی اور ایک ہوتی ہے رب چاہی زندگی۔ زندگی کے ہمیشہ یہ دو مختلف انداز ہوتے ہیں۔ ایک کو کہتے ہیں Self oriented life (اپنی ذات پر مبنی زندگی) اور دوسری کو کہتے ہیں God oriented life (خدا کی رضا پر مبنی زندگی) یہ دو الگ الگ زندگیاں ہیں۔ اب دونوں کے نتائج بھی مختلف ہیں۔

مثلاً جو من چاہی زندگی ہو، اس میں خود غرضی آتی ہے، خواہش پرستی آتی ہے، مفاد پرستی، زن پرستی، زر

پرستی، نفس پرستی، شہوت پرستی یہ تمام من چاہی زندگی کے نتائج ہوتے ہیں اور جو رب چاہی زندگی ہوتی ہے، اس میں اصول پرستی، حقیقت پرستی اور خدا پرستی انسان کی زندگی میں آجاتی ہے۔

دنیا میں بالآخر کھونا ہی ہے:

اب دیکھئے! آج دنیا کے اندر کچھوے کی زندگی ڈیڑھ سو سال، مگر مچھ کی زندگی دو سو سال، درختوں کی زندگی ایک ہزار سال، (ایسے درخت دنیا میں موجود ہیں) پہاڑوں کی زندگی لاکھوں سال جب کہ انسان کی زندگی صرف ۶۰ سال اور وہ بھی آرزوؤں بھری زندگی، حسرتوں بھری زندگی۔ عقل مند انسان وہ ہے جو دنیا کی آرزوؤں اور حسرتوں سے جان چھڑا کر اپنی من چاہی زندگی کو چھوڑ دے اور رب چاہی زندگی کو اختیار کر لے۔ کتنا عجیب ہے وہ پانا کہ جس کا انجام کھونے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ذرا توجہ فرمائیے کہ ''کتنا عجیب ہے وہ پانا کہ جس کا انجام کھونے کے سوا کچھ نہیں ہوتا''۔ زندگی میں انسان اپنی آرزوئیں پا بھی لے تو بھی بالآخر اس کا انجام کھونا ہے، جو بھی زندگی میں خواہش پوری کر لے، اسکا انجام بالآخر ان چیزوں کو کھو دینا ہے۔ تو کتنا عجیب ہے وہ پانا کہ جس کا انجام کھونے کے سوا کچھ نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ عقل مند انسان وہی ہے جو دنیا میں آرزوئیں پوری کرنے کی بجائے اپنے مولیٰ کی منشاء کو پورا کرے تا کہ اللہ قیامت کے دن اس کو اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل فرمائیں۔

جب تک انسان مٹے نہیں کامل نہیں ہو سکتا:

ایک نکتے کی بات ذرا سمجھیے، ہر بیج کے اندر درخت چھپا ہوتا ہے اگر اس بیج کو سازگار ماحول مل جائے، اگر سازگار ماحول نہ ملے تو بیج درخت نہیں بن سکتا۔ اسی لئے ہر بیج کے اندر درخت بننے کی صلاحیت تو موجود ہوتی ہے، مگر ہر بیج درخت نہیں بنا کرتا، درخت وہی بنتا ہے جس کو سازگار ماحول مل جائے۔ اور جس کو کلر والی زمین مل جائے تو وہ بیج ویسے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جس انسان کو غلط ماحول مل

جائے اس کے اندر انسان کامل کا بیج موجود ہوتا ہے مگر وہ بیج تلف ہو جاتا ہے۔ انسان کامل وہی بنتا ہے جس کو اچھا ماحول مل جائے۔ دیکھئے جب تک بیج مٹے نہیں تب تک وہ درخت نہیں بنتا اسی طرح جب تک انسان مٹے نہیں تب تک وہ انسان کامل نہیں بنتا۔

آج دنیا جانتی ہے کہ ایک ذرہ جو سب سے چھوٹا ہوتا ہے، اسکو ایٹم کہتے ہیں۔ جب وہ ایٹم مٹتا ہے تو مادی قوت کا اظہار ہوتا ہے، اتنی قوت کہ انسان اس کی طاقت سے ڈرتا ہے۔ جب ایٹم ٹوٹتا ہے تو جو اس کی طاقت ہوتی ہے وہ شہروں کو ختم کر کے رکھ دیتی ہے، مٹا کر رکھ دیتی ہے۔ یاد رکھئے! جب ذرے کا نیوکلیس ٹوٹتا ہے تو مادی طاقت ظاہر ہوتی ہے، جب انسان کا شاکلہ ٹوٹتا ہے تو اس سے روحانی طاقت باہر آجاتی ہے۔ جیسے ایٹم کا نیوکلیس ہوتا ہے ایسے ہی انسان کا بھی ایک شاکلہ ہوتا ہے، اس شاکلہ کو توڑنے کی ضرورت ہے، اس انا کو، اس مَیں کو توڑنے کی ضرورت ہے۔ جس نے اس شاکلہ کو توڑ لیا اس میں کو توڑ لیا اس بندے کی پھر روحانی طاقت ظاہر ہوگئی۔ پھر انسان وہ کام کر دکھاتا ہے جو جن بھی نہیں کرتا۔

انسان کی روحانی قوت جنوں سے بڑھ کر:

دیکھئے! حضرت سلیمانؑ نے اپنی محفل میں جنوں کو کہا تھا کہ تم میں سے کون ہے جو تخت کو میرے پاس لے آئے؟ جنوں نے جواب دیا کہ ہم اس کو اتنی دیر میں لا سکتے ہیں کہ جتنی دیر میں مجلس ختم ہو۔ قرآن گواہی دے رہا ہے۔

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ (النمل:39) میں اس کو آپ کے پاس حاضر کر دیتا ہوں مگر جتنی دیر میں آپ مجلس برخاست کر کے کھڑے ہوں۔

آپ نے کہا بڑی دیر ہے اس سے بھی جلدی چاہیئے۔ اس وقت ایک عالم وہاں دربار میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا،

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ (النمل:40) کہا اس شخص نے کہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا، میں آپ کے پاس اس تخت کو لا دیتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ اپنی اس پلک کو جھپکیں۔

فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ (النمل:40) تو معلوم ہوا کہ جب انسان کی میں ٹوٹتی ہے، انا ٹوٹتی ہے، اس کا شاکلہ ٹوٹتا ہے پھر اللہ تعالیٰ انسان کو ایسی روحانی طاقت دیتے ہیں، وہ ایسے کام کر دکھاتا ہے جو کام پھر جنوں کے لئے بھی کرنے ناممکن ہوتے ہیں۔ یہ روحانی طاقت ہر بندے کے اختیار میں نہیں ہوتی، اس کے لئے انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنی میں کو توڑے۔

جرأت ہے تو افکار کی دنیا سے گزر جا ہیں تیری خودی میں ابھی پوشیدہ جزیرے
کھلتے نہیں اس قلزمِ خاموش کے اسرار جب تک تو اسے ضرب کلیمی سے نہ چیرے

انسان کی بڑی غلطی:

آج کے انسان نے اپنے آپ کو بھی سمجھنے میں غلطی کی اور اپنے رب کو بھی سمجھنے میں غلطی کی، کیا غلطی ہوئی؟ اپنے کو خدا جیسا سمجھ بیٹھا اور خدا کو اپنے جیسا سمجھ بیٹھا۔ اپنے کو خدا جیسا کیسے سمجھ بیٹھا؟ ایسے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ میری ہر منشاء پوری ہو، اب ہر مرضی تو اللہ تعالیٰ کی ہی پوری ہوتی ہے۔ جیسے بعض اپنے گھر میں یہ کہتے ہیں کہ او جی! یہاں وہ ہوگا جو میں چاہوں گا، میری مرضی کے مطابق تمہیں رہنا پڑے گا۔ دیکھا! اپنے کو خدا جیسا سمجھ بیٹھا کہ ہر حال میں میری مرضی پوری ہو، دیکھ لینا میری مانو گے تو تب تمہیں

کامیابی ہوگی، یہ ہے اپنے آپ کو سمجھنے میں غلطی۔ اور اللہ کو سمجھنے میں کیسے غلطی کی؟ اللہ کو اپنے پر قیاس کر بیٹھا، یہ سمجھ بیٹھا کہ بس اب میں نے کلمہ پڑھ لیا، اب میں جو بھی عمل کروں، اللہ کے ذمہ ہے کہ وہ میری پشت پناہی کرے۔

اس لئے آج کا مسلمان کہتا ہے: او جی اللہ کی مدد کیوں نہیں آتی؟ بھئی اللہ کی مدد انسانوں کی سانس کے ساتھ اور جسم کے ساتھ وابستہ نہیں ہاں البتہ ان کے اعمال ان کے ایمان کے ساتھ وابستہ ہیں۔ جب وہ ایمان والے اعمال ظاہر ہوں گے، اللہ تعالیٰ کی مدد ان پر آئے گی۔ ہم کہتے ہیں: جی چونکہ ہم مسلمان کہلاتے ہیں اب اللہ کے ذمے ہے کہ ہماری مدد کرے۔ وہ کوئی رشتہ دار تھوڑا ہے؟ کہ رشتہ دار ایک دوسرے کی جائز بھی مدد کرتے ہیں، ناجائز بھی مدد کرتے ہیں۔ کہتے ہیں: جو مرضی ہو ہم نے تو اپنے رشتہ دار کا ساتھ دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ساتھ ایسا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ساتھ اعمال کے ساتھ ہے، وہ اعمال دنیا میں جس بندے کے بھی ہوں، رنگ کا گورا ہو، کالا ہو، عربی ہو، عجمی ہو، مرد ہو، عورت ہو، جس کے اندر وہ اعمال ہوں گے اللہ تعالیٰ اس بندے کے ساتھ ہیں۔ تو ہم نے اپنے آپ کو سمجھنے میں بھی غلطی کر لی، اپنے پروردگار کو سمجھنے میں بھی غلطی کر لی۔

اب دیکھیں! قومِ یہود نے کیا کہا تھا؟

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (المآئدہ:18) ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پسندیدہ ہیں۔

لہٰذا ہم جو مرضی کریں:

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً (البقرہ:80) ہمیں آگ ہرگز نہیں چھوئے گی مگر چند دن۔

تو دلیل قرآن سے مل گئی کہ اپنے کو بھی سمجھنے میں غلطی کی، اور اپنے رب کو بھی سمجھنے میں غلطی کی۔

دوزخی اعمال سے جنت کی تلاش:

عجیب بات تو یہ ہے کہ ایک جنت اللہ نے بنائی ہے اور آج دنیا میں بھی ہر انسان اپنی جنت بنانے میں مصروف ہے۔ ہر انسان کس لئے محنت کر رہا ہے؟ میری بیوی ایسی ہو، میرا گھر ایسا ہو، میری گاڑی ایسی ہو، میرا لباس ایسا ہو، ہر چیز اپنی پسند کی چاہتا ہے۔یعنی ایک جنت تو خدا نے بنائی، ایک جنت اب انسان دنیا میں بناتا پھرتا ہے۔اسی لئے رشوتیں لیتا ہے، اسی لئے حرام کھاتا ہے۔ کیوں؟ من پسند کی ہر چیز پالینا، اسی کا نام تو جنت ہے۔مگر عجیب بات کہ ہر انسان جنت کو تلاش کرتا پھرتا ہے مگر دوزخی اعمال کے ذریعے سے، یہ کیسے ممکن ہے؟ بھلا یہ ممکن ہے کہ ہم دوزخی اعمال کے ذریعے سے جنت کو پالیں۔ کچھ اعمال جنت میں لے جانے والے ہیں اور کچھ اعمال دوزخ میں لے جانے والے ہیں۔ آج لوٹ مار کے ذریعے من پسند کی زندگی گزارنے والا، حقیقت میں دوزخی اعمال کے ذریعے سے جنت کو ڈھونڈنے والوں میں شامل ہے۔

اسی لئے انسان کو چاہیئے کہ اپنی اوقات کو یاد رکھے کہ بالآخر میں نے دنیا سے چلے جانا ہے، اگر یہاں میں نے من پسند کی چیزیں اکٹھی بھی کر لیں، حرام کا مال جمع بھی کر لیا، خوبصورت بیوی بھی لے لی، گھر بھی لے لیا، ہر چیز لے بھی لی، ہے تو یہ پھر بھی چار دن کی چاندنی آگے پھر اندھیری رات ہی تو آنی ہے۔

موت کو یاد رکھو:

اسی لئے نبی ﷺ نے حکم فرمایا:

اذکروا ھاذم اللّذات الموت لذتوں کو توڑنے والی اپنی موت کو یاد کیا کرو۔

وہ تمہیں اپنی حقیقت یاد دلائے گی۔ اسی لئے ہمارے اکابر پہلے وقت میں قبرستان میں جایا کرتے تھے کہ قبرستان میں جا کر انسان کو عبرت ملتی ہے اور اس عاجز کا خیال یہ ہے کہ آج کے دور میں قبرستان میں جانے کی بجائے ہسپتال میں جا کر دیکھ لیا کریں، آج کا ہسپتال عبرت کا زیادہ بڑا نمونہ ہے۔ پہلے زمانے میں اتنے بڑے ہسپتال تو ہوتے نہیں تھے، آج ذرا جا کر دیکھیں! انسان کی اوقات کیا ہے؟ سمجھ لگ جاتی ہے۔ کبھی دل والے سیکشن میں جا کر دیکھیں، کبھی پیشاب والے سیکشن میں جا کر دیکھیں، پتہ چل جائے گا کہ انسان کے ساتھ کیا گزر رہی ہے۔

مگر انسان کے دل کی غفلت ایسی کہ ہسپتالوں میں جا کر بھی کئی مرتبہ یہ دور نہیں ہوتی۔ خود مریضوں کو روزانہ ڈیل کرنے والے لوگ، مریضوں کو ایسے برے امراض میں مبتلا دیکھنے والے ڈاکٹر اور ڈاکٹر نیاں، ان کے اپنے دل نرم نہیں ہوتے، انسان کے دل کی غفلت کا یہ حال ہے۔

اعمال کی کنجیاں:

انسان اگر یہ چاہے کہ میں اپنے رب کو پالوں، رب کی رضا کو پالوں تو اس کو چاہیے کہ اپنے رب کو خوش کرنے والے اعمال کو کرنا شروع کر دے، یقیناً اس کو اپنے رب کی رضا مل جائے گی۔ اسی لئے ہر چیز کی کنجی ہوتی ہے، جس سے اس کے تالے کھلتے ہیں۔ حدیث پاک میں مختلف اعمال کی کنجیاں بتا دی گئیں۔

جنت کی کنجی:

چنانچہ نبی ﷺ نے بتا دیا کہ جنت کی کنجی ''کلمہ طیبہ'' ہے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ کہنا ہے۔

نماز کی کنجی:

اسی طرح فرمادیا کہ نماز کی کنجی ''طہارت'' ہے، جو انسان ہمیشہ باوضو رہے، اس کے لئے نماز پڑھنی بڑی آسان ہے۔ جو عورتیں کہتی ہیں کہ جی ہم سے نماز میں سستی ہوجاتی ہے، اگر کبھی اپنے آپ کو باوضو رکھنے کی کوشش کریں، نماز پڑھنی بڑی آسان ہوجائے گی۔ اور ایک معنی اس کا یہ بھی ہے کہ جو بندہ چاہے کہ نماز کی حقیقت نصیب ہوجائے، اس کو چاہیے کہ وضو اہتمام کے ساتھ کرلے، نماز کی حقیقت بھی نصیب ہوجائے گی۔

آپ نوٹ کرلیں کہ غفلت کی نماز پڑھنے والے ہمیشہ وہی لوگ ہوں گے جو وضو بھی غفلت کے ساتھ کرتے ہیں۔ آپ ذرا وضو کو حضورِ دل کے ساتھ کرنے کی عادت ڈالیں اللہ تعالی نماز کے اسرار بھی عطا فرمادیں گے۔

نیکی کی کنجی سچ بولنا:

اسی طرح نیکی کی کنجی ''سچ بولنا'' ہے۔ جو انسان چاہے کہ میں نیک بن جاؤں وہ سچ بولنے کی عادت ڈالے یہ نیک بننے کی کنجی ہے۔ اصل میں جھوٹ ہی ہے جو تمام برائیوں کی بنیاد ہے اور آج کے دور میں شیطان نے اس کا ایک خوبصورت نام بہانہ رکھ دیا تاکہ بندے کو برا نہ لگے۔ او جی! میں نے بس بہانہ بنالیا اور یہ بہانہ جھوٹ ہی ہے، سیدھا سیدھا کہو کہ میں نے جھوٹ بولا۔ بیوی سمجھتی ہے کہ میں نے خاوند کے سامنے بہانہ بنالیا، خاوند سمجھتا ہے میں نے بیوی کے سامنے بہانہ بنالیا۔ کیا مطلب؟ آپ سیدھے الفاظ کہیں کہ میں نے جھوٹ بولا۔ جو انسان چاہے کہ میں نیک بنوں، اسکے نیک بننے کی کنجی ہے سچ بولنا، سچ بولنے کی عادت ڈال لے۔ اس لئے ہمارے مشائخ نے کہا کہ بچے کو جو چند موٹی موٹی چیزیں سکھائی جائیں ان میں سے ایک چیز ہمیشہ سچ بولنا۔ اس میں بچے کے ساتھ کوئی کمپرومائز نہیں،

بچے کی ہر غلطی برداشت ہوسکتی ہے، اس کا جھوٹ برداشت نہیں ہوسکتا، آپ اس کو ایسا بنالیں خود بخود بچے میں نیکی آجائے گی۔ اس لیے کہ جھوٹ سے ہی وہ اپنے گناہوں پر پردے ڈالتا ہے، جب سچ بولے گا تو گناہ پر پردہ ہی نہیں ڈال سکتا۔ آج تو انسان ایک گناہ کرتا ہے، اسکو چھپانے کے لیے ایک جھوٹ بولتا ہے، پھر اس جھوٹ کو چھپانے کے لیے دس جھوٹ اور بولنے پڑتے ہیں اور پھر دس جھوٹوں کو چھپانے کے لیے سو جھوٹ اور بولنے پڑتے ہیں اور یہ ایک نیا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ اور بسا اوقات اپنی زندگی میں ایک روگ پالتا ہے، اسکے بدلے اس کو ہزاروں جگہ پر جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ رب العزت کے ہاں جھوٹوں کے دفتر میں اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔

علم کی کنجی ''حسنِ سوال'':

علم کی کنجی حسنِ سوال۔ جس طالبعلم کے اندر حسنِ سوال کی صفت پیدا ہوگئی آپ یوں سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو علم کے باب عطا فرما دیے۔

اللہ کی مدد کی کنجی ''صبر''

اللہ رب العزت کی مدد کی کنجی انسان کا صبر ہے۔ آج ہم ہر چیز کا بدلہ لینا چاہتے ہیں، بھئی جب بدلہ ہم لیں گے تو اللہ کی مدد کیسے اترے گی؟

ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک شخص صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سخت بات کررہا تھا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس کو برداشت کررہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی سن رہے تھے، حتیٰ کہ جب اس نے بہت ہی بے جا باتیں کی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور وہاں سے جانے لگے۔ فرمایا کہ ابوبکر! جب تک تم خاموش تھے، ایک فرشتہ تمہاری طرف سے اس کو جواب دے رہا تھا، جب تم نے خود جواب دیا، اللہ کا وہ فرشتہ چلا گیا اور اب میں بھی اس محفل سے اب اٹھ کر جا رہا ہوں۔

تو معلوم ہوا کہ جو بندہ صبر کرتا ہے، اللہ رب العزت اس بندے کا مددگار ہوتا ہے۔ فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (البقرہ:153) اللہ تعالیٰ صبر والوں کیساتھ ہے۔

ایک نکتے کی بات ہیکہ آپ کا مخالف دو طرح کا بندہ ہو سکتا ہے یا نیک ہوگا یا بد ہوگا۔ اگر تو بد ہے تو آپ کو بدلہ لینے کی ضرورت نہیں، اس سے بدلہ لینے کے لیے اللہ ہی کافی ہے، اس نے کہہ رکھا ہے:

اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ (السجدہ:22) بے شک ہم مجرموں سے انتقام لیں گے۔

اگر تو آپ کا دشمن بد ہے، برا ہے تو آپ کو بدلہ لینے کی ضرورت نہیں، اللہ ہی بدلہ لینے کے لیے کافی ہے اور اگر آپ کا دشمن نیک ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ خود برے ہیں جو نیکوں کے ساتھ آپ نے دشمنی کر لی ہے تو اپنے آپ کو سنوار لیجیے! نیکوں کے ساتھ دشمنی نہ کیجیے۔

نعمتِ خدا کی کنجی ''شکر''

نعمتِ خدا کی جو کنجی ہے وہ شکر ادا کرنا ہے۔ جو انسان بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے گا، اللہ تعالیٰ بھی اپنی نعمتوں کے دروازے اس پر کھول دیں گے۔ یہ شکر زبان سے بھی کرے اور یہ شکر اپنے عمل سے بھی کرے۔ آج اللہ تعالیٰ کا زبان سے شکر ادا کرنا بہت کم ہوتا جا رہا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ بیٹے کی تعریف کرنا آسان، شوہر کی تعریف کرنا آسان، مگر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا بڑا مشکل کام، یہ زبان سے ادا نہیں ہوتی۔ کوئی پوچھے کہ سناؤ! کاروبار کیسا ہے؟ ''بس جی گزارہ ہے'' حالانکہ کاروبار ایسا کہ یہ اپنے ساتھ دس گھروں کا اور بھی خرچ چلا سکتا ہے، اتنا رب نے دیا، اس کی ضرورتوں سے بڑھ کر دیا، اس کی اوقات سے بڑھ کر پروردگار نے اسے دیا، مگر جواب کیا ملے گا ''بس جی گزارہ ہے''۔ اس سے زیادہ ناشکری اور کیا ہو سکتی ہے؟ کیوں نہیں آگے سے زبان کھلتی؟ او وہ بندہ یوں کیوں نہیں کہتا کہ اللہ نے میری

اوقات سے بڑھ کر دیا؟ میں تو ساری زندگی سجدے میں پڑا رہوں، اپنے مولیٰ کا شکر ادا کر ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف زبان سے جلدی نہیں نکلتی، اللہ کی خوب تعریفیں کرنی چاہئیں، اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریفیں کریں کہ سننے والے کا دل خوش ہو جائے، پھر اللہ تعالیٰ کو بھی پیار آئے گا کہ بندے نے ایسی تعریف کی۔

ولایت کی کنجی ''ذکر'':

ولایت کی کنجی ''ذکر''۔ جب بندہ چاہے کہ مجھے ولایت کا مقام مل جائے اس کو چاہئے کہ وہ پابندی کے ساتھ ذکر کرے، ذکر کی پابندی سے اللہ تعالیٰ ولایت کا درجہ آسانی سے عطا فرما دیتے ہیں۔ آج ہم سے ذکر ہی ہم سے نہیں ہوتا۔ پوچھیں نا کہ کیا معمولات کرتے ہو؟ جی ہم سے مراقبہ نہیں ہوتا، تو پھر ولایت کے انوار کیسے ملیں گے؟ بھئی! ہم کنجی کے بغیر تالا کھولنا چاہتے ہیں، کیا بات ہے!!! کیا شان ہے!!! پانچ منٹ مراقبہ نہیں ہوتا، پھر ہم کہتے ہیں کہ ہمارے اندر سے غصہ نہیں نکلتا، ہماری نگاہ پاک نہیں ہوتی، بھئی! یہ تمام نعمتیں اس ذکر کی کثرت سے ملتی تھیں یہ کام ہم کرتے نہیں، ہمیں یہ صفات کیسے مل جائیں؟ اولیاء کی صفات تب ملیں گی جب ہم ذکر کو دوام کیساتھ کریں گے۔ ہمارے مشائخ نے تو یہاں تک فرمایا ''جو دم غافل سو دم کافر'' جو لمحہ بھی ذکر کے بغیر گزرا تم یوں سمجھو کہ وہ لمحہ گویا کفر کی حالت میں گزرا۔

فلاح کی کنجی ''تقوی''

فلاح کی کنجی ''تقوی'' ہے۔ ہر انسان چاہتا ہے کہ میں نجات پا جاؤں مجھے کامیابی مل جائے، فلاح مل جائے۔ فلاح کیا ہوتی ہے؟ ذرا سمجھیں! فلاح ایسی کامیابی کو کہتے ہیں جس کے بعد ناکامی نہ ہو، اللہ کا ایسا قرب جس کے بعد دوری نہ ہو، ایسی خوشی ملے انسان کو کہ جس کے بعد غم نہ ہو، اس کو فلاح کہتے ہیں۔ اور یہ انسان کو تقوی کے ساتھ ملتی ہے۔ اور اسی تقوی کی وجہ سے انسان کو جنت ملے گی۔

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا (مریم:63) یہ جنت ہے جس کا ہم نے اپنے بندوں میں سے وارث بنایا ہے جو متقی ہیں۔

دیکھا! یہاں نورث کا لفظ استعمال کیا۔ یہ جنت ہے، اسکا وارث ہم بنائیں گے۔ بھئی! وارث تو ہوتا ہے اپنے باپ دادا کی جائیداد کا، تو معلوم ہوا جنت ہمارے باپ حضرت آدمؑ کی جائیداد ہے۔ اگر ہم ان کے صحیح معنوں میں وارث بنیں گے تو بالآخر ہمیں یہ وراثت مل کر رہے گی مَنْ كَانَ تَقِيًّا جو متقی ہوگا اسے یہ وراثت ملے گی۔

رزق کی کنجی ''اخلاص''

اور رزق کی کنجی ''اخلاص'' ہے، اخلاص اور صلہ رحمی۔ چونکہ آج کل یہ مسئلہ بہت عام ہے، حدیث پاک میں آتا ہے ''صلہ رحمی رزق کی کنجی ہے''، جس بندے کے اندر صلہ رحمی ہو وہ رشتے ناتوں کو جوڑے جن کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ اس کا رزق بڑھا دیتے ہیں۔ آج ہم ان کو توڑتے پھرتے ہیں۔

وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ (البقرہ:27) اور توڑتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا۔

دیکھا! تو اخلاص انسان کے لیے رزق کے دروازوں کے کھلنے کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی لیے تو میں اب کہا کرتا ہوں کہ جب خلوص کی کمی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ فلوس کی کمی نہیں آنے دیتے۔ رزق کے دروازے کھول دیتے ہیں، ایسی طرف سے رزق دیتے ہیں جس کا بندے کو گمان ہی نہیں ہوتا۔

خیر و برکت والے اعمال:

وضو میں عمر کی برکت:

ایک حدیث پاک میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: (علی رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں) فرمایا: کامل وضو کرو عمر بڑھا دی جائے گی، جو انسان چاہے کہ میری عمر لمبی ہو، برکت والی ہو، اس کو چاہیے کہ کامل وضو کرے، باوضو رہنے کی کوشش کرے، عمر میں برکت عطا کر دی جائے گی۔

سلام میں گھر کی برکت:

نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے فرمایا: ''جب تم گھر میں داخل ہو تو اپنے اہلِ خانہ کو سلام کرو! اس سے گھر میں خیر بڑھے گی''۔ آج کتنے بھائی ہیں جو گھر میں مسکراتے چہرے کے ساتھ داخل ہوتے ہیں اور اہل خانہ کو سلام کرتے ہیں؟ آج تو کمرے میں باپ بیٹھا ہو تو بیٹا آ کر سلام نہیں کرتا، یہ تو پوچھ لے گا کہ ابو آپ کیسے ہیں؟ سلام نہیں کرے گا۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اتنا سلام کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ ہم اکٹھے بیٹھے ہوتے اور اٹھ کر کسی کام سے دیوار کی اوٹ میں چلے جاتے اور واپس آتے تو پھر ایک دوسرے کو سلام کرتے۔

اسی لیے نبی علیہ السّلام نے ایک حدیث پاک میں فرمایا: ''جاننے والے اور انجان سب کو سلام کیا کرو'' اور فرمایا: ''سلام کو عام کرو نیکیوں کی کثرت عطا کر دی جائے گی''۔ یہ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ والی سنت آج نکلتی چلی جا رہی ہے۔

اہل اللہ سے نسبت:

اسی حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم چاشت کی نماز پڑھو! صلوۃ الضحٰی پڑھو! تمہاری اہل اللہ کیساتھ

نسبت بڑھ جائے گی، نیک بندوں میں شمار کرلیا جائے گا۔

نبی علیہ السّلام کا ساتھ:

پانچویں بات نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے ارشاد فرمائی کہ ''چھوٹوں پر رحم کرو، اور بڑوں کی عزت کرو! تو قیامت کے دن تمہیں میرا ساتھ نصیب کر دیا جائے گا''۔ سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم بڑوں کا اکرام کریں اور چھوٹوں کے اوپر شفقت کریں اس کا بدلہ کیا ملے گا؟...... یہ کنز الاعمال کی حدیث ہے۔

پانچ بندوں کی ذمہ داری:

ایک اور حدیث میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ پانچ بندے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہوتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ ان کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ جیسے بچے کا ذمہ دار اس کا باپ ہوتا ہے، پانچ بندے ایسے ہیں کہ ان کا ذمہ دار ان کا پروردگار بن جاتا ہے تو ہمیں بھی چاہیے کہ ہم وہ اعمال کریں کہ جس میں اللہ ہمارا ذمہ دار بن جائے۔

(۱) اللہ کے راستے میں نکلنے والا:

سنیئے ایک وہ بندہ جو اللہ کے راستے میں نکلنے والا ہو، جو اللہ کے راستے میں اقامت دین کے لیے نکلے ، مجاھد فی سبیل اللہ، جو دین کی دعوت دینے کے لیے نکلے وہ بھی فی سبیل اللہ، اور جو علم حاصل کرنے کے لیے وہ بھی فی سبیل اللہ، یہ تمام کام کرنے والے لوگ اللہ کے راستے میں نکلنے والے ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کا اللہ ذمہ دار ہوتا ہے۔ آپ لوگ اپنے گھروں سے چل کر یہاں آئے، اپنی اصلاح کی نیت سے ، اللہ کا قرب پانے کی نیت سے، آپ بھی اللہ کے راستے میں ہیں۔ یہ کوئی شیطان کا راستہ نہیں ہے، یہ بھی اللہ کا راستہ ہے، اللہ کے راستے کو کسی ایک عمل کیساتھ مخصوص نہیں کر دینا چاہئے۔ احادیث میں جتنے

اعمال ہیں ان اعمال کو کرنے والا، اللہ کے راستے میں نکلنے والا ہے۔

(۲) مریض کی عیادت کرنے والا:

دوسرا مریض کی عیادت کرنے والا، حدیث پاک میں آتا ہے کہ وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے۔ اور حالت تو یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے گھر کے مریضوں کو بھی نہیں پوچھتے، بیوی بیمار ہے، خاوند نہیں پوچھتا۔ بیٹا اور بیٹی بیمار انکو ڈاکٹر کے پاس لے جانے کی فرصت نہیں ہوتی، گھر میں موجود لوگوں کا حال نہیں پوچھتے۔ بیوی کو ایسے رکھتے ہیں جیسے کوئی بے سہارا ہوتی ہے۔ ہمارے اکابر بے سہاروں کا سہارا بنا کرتے تھے۔ یادرکھنا! توجہ کیجئے گا! دنیا میں کسی بے سہارا کا سہارا بننے کا مطلب ہوتا ہے کہ اے اللہ! تو اس دن میرا سہارا بن جانا جب میرا کوئی سہارا نہیں ہوگا۔

(۳) صبح وشام مسجد میں گزارنے والا:

اور نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص صبح شام مسجد میں گزارے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے'' ایک وقت تھا، جب صبح کی نماز مسجد میں پڑھا کرتے تھے اور پھر اشراق تک بیٹھ کر اللہ کو یاد کرتے تھے۔ ہمارے اکابر تہجّد بین النومین (دو نیندوں کے درمیان) پڑھا کرتے تھے اور آج کل کے صوفی حضرات فجر کی نماز بین النومین پڑھتے ہیں۔ مشکل سے اٹھ کر فجر پڑھی اور سلام پھیر کر پھر بستر پر لیٹ گئے۔ حالانکہ یہ صبح کا وقت ہوتا ہے، یہ تو برکت والا وقت ہوتا ہے۔ ہماری پنجابی زبان میں اس کو کہتے ہیں ''نور پیر داویلہ''۔ کیا مطلب؟ کہ اس وقت میں پیر کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف کرتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نور برساتے ہیں، لہٰذا یہ نور پیر داویلہ ہوتا تھا، اس وقت میں اتنا زیادہ تلاوتِ قرآن اور ذکر اذکار کیا کرتے تھے کہ اس کا نام ہی ''نور پیر داویلہ'' پڑ گیا۔

(۴) امام کا معاون:

چوتھا فرمایا: امام کا مددگار، یعنی جو عالم کسی مسجد کا امام ہو یا بیشک اپنے وقت کا امام ہو، اس کی اقامتِ دین کے کام میں مدد کرنے والا ہو، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی علماء کا قدر دان بنادے۔

ہمارے حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے علماء سے ایسی محبّت ہے کہ اگر میں لیٹا ہوا ہوں اور کوئی عالم میرے سینے پر پاؤں رکھ کے گزر جائے، مجھے اس سے بھی تکلیف نہیں ہوا کرتی۔ اور آج تو کچھ لوگوں کو علماء سے خدا واسطے کا بیر ہوتا ہے، یعنی محاورے میں یہ بات کی جاتی ہے، ورنہ میں تو کہوں گا شیطان کی وجہ سے بیر ہوتا ہے، نفس کی وجہ سے بیر ہوتا ہے، نہ ان کو علماء اچھے لگتے ہیں اور جہاں علماء بنتے ہیں نہ وہ جگہیں اچھی لگتی ہیں۔

(۵) کسی کا برا نہ چاہنے والا:

اور پانچواں حدیث پاک میں نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص گھر بیٹھے کسی کا برا نہ چاہے وہ بھی اللہ کی حفاظت میں ہے، اللہ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے۔ آج ہم گھر بیٹھ کے لوگوں کی غیبتیں کرتے ہیں، جو غیبت کرتا ہے وہ اصل میں دوسرے کا برا چاہتا ہے۔ اسکا مطلب ہے کہ جو لوگ غیبت سے بچیں گے وہ گویا اللہ کی ذمہ داری میں آجائیں گے۔

غیبت سے بچنے کا آسان طریقہ:

یا تو اس محفل سے اٹھ جائیں یا اس بندے کی اچھائی بیان کردیں، مثال کے طور پر: ایک آدمی نے دوسرے کے بارے میں کہا کہ ”فلاں تو بڑا ہی بے وقوف ہے“ سننے والے نے کہا کہ مجھ سے تو کم ہی ہو گا، بات ہی ختم۔ تو ہمیں بھی آگے سے ایسی ہی بات کرنی چاہیے، مثلاً: ہم یہ بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ اگر

اس میں اتنی برائیاں ہیں تو اللہ نے اس میں اچھائیاں بھی رکھی ہوں گی اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہر انسان کے اندر کمزوریاں بھی ہوتی ہیں اور اچھائیاں بھی ہوتی ہیں۔ ہم تو آگے سے زبان بھی نہیں کھول پاتے، تو اگر زبان بھی نہیں کھول سکتے تو اٹھ کر وہاں سے چلے جائیں، کوئی نہ کوئی بہانہ بنا لیں۔ تو جو انسان گھر بیٹھے کسی کا برا نہ چاہے وہ انسان اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے۔

پانچ آنکھوں پر جہنّم حرام:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پانچ آنکھوں پر جہنّم کی آگ حرام فرما دیتے ہیں:

اللہ کی راہ میں جاگنے والی آنکھ:

سب سے پہلی آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جاگی ہو۔ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلے اور جاگے، مجاھد ہو، داعی ہو، طالبعلم ہو، جو اللہ کے راستے میں نکل کر جاگے تو اللہ کے راستے میں جاگنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس پر جہنّم کی آگ حرام فرما دیتے ہیں۔ کچھ لوگ اللہ کی عبادت میں رات کو جاگتے ہیں،

اس شب کی تلخیوں کا کوئی میرے دل سے پوچھے
تیری راہ تکتے تکتے مجھے صبح ہوگئی ہے

تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں ساری رات گزار دیا کرتے ہیں۔

اللہ کی راہ میں ضائع ہونے والی آنکھ:

اور وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں ضائع ہو جائے تو ایسی آنکھ پر اللہ تعالیٰ جہنّم کی آگ کو حرام فرما دیتے ہیں۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں اللہ کے دین کے لیے زندگی گزارنے والے۔

ایک تیری ہی دوستی کے لیے ساری دنیا سے دشمنی کر لی

ساری دنیا ان کی دشمن بن جایا کرتی ہے، ایسے بندے کی آنکھ ضائع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ایسی آنکھ پر جہنّم کی آگ کو حرام فرما دیتے ہیں۔

خوفِ خدا سے رونے والی آنکھ:

اور تیسرا نبی علیہ السّلام نے فرمایا: جو شخص خوفِ خدا کی وجہ سے روئے، اللہ کی محبّت میں روئے، ایسی آنکھ پر بھی اللہ تعالیٰ جہنّم کی آگ کو حرام فرما دیتے ہیں۔ اللہ کی محبّت میں روتے ہیں، اللہ کے خوف سے روتے ہیں، یہ آنسو بھی بڑی نعمت ہیں۔ کسی نے کیا عجیب شعر کہا:

اشک بہہ کر بھی کم نہیں ہوتے آنکھ کتنی امیر ہوتی ہے

اللہ اکبر!

غیر محرم سے رکنے والی آنکھ:

اور چوتھی بات نبی ﷺ نے فرمائی: ''جو آنکھ غیر محرم کو دیکھنے سے رک جائے اللہ تعالیٰ اس پر بھی جہنّم کی آگ کو حرام فرما دیتے ہیں۔ آج کی محفل میں ہم اپنے دلوں میں یہ عہد کریں کہ ہماری آنکھ کبھی بھی کسی غیر محرم کی طرف نہیں اٹھے گی، تاکہ اللہ تعالیٰ ہماری بھی آنکھوں کو جہنّم کی آگ سے محفوظ فرما لیں۔

اللہ والوں کو محبّت سے دیکھنے والی آنکھ:

اور پانچویں آنکھ جو اللہ والوں کے چہرے پر محبّت کے ساتھ، عقیدت کے ساتھ پڑے، اللہ تعالیٰ ایسی آنکھ پر جہنّم کی آگ کو حرام فرما دیتے ہیں۔

پانچ کاموں میں جلدی کرو!

ہمارے اکابر نے فرمایا کہ عام طور پر تو جلدی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، مگر پانچ کام ایسے ہیں کہ ان کاموں کو جلدی کرنا زیادہ اچھا ہے۔

(۱) نماز جلدی پڑھنا۔ اکثر عورتیں یہ شکایت کرتی ہیں کہ نماز میں سستی ہو جاتی ہے، اس کی وجہ کیا ہوتی ہے؟ شیطان ان کے دلوں میں یہ ڈالتا ہے کہ بس یہ کام کر کے پڑھ لیتی ہوں۔ یہ اصل میں بری عادت ہے، جب بھی نماز کا وقت ہو جائے تو کوشش کریں کہ نماز پہلے پڑھیں، باقی کام بعد میں کریں۔

(۲) توبہ میں جلدی کرنا، توبہ میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ جب بھی کوئی اچھی محفل دیکھیں، نیک لوگ دیکھیں، ایسا وقت دیکھیں، جو اللہ کی رحمتوں کا ہو، توبہ کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔

(۳) مہمان کو کھانا کھلانے میں جلدی کرنا، ہمارے اکابر نے فرمایا: اگر کسی کے ہاں مہمان آئے اور وہ پانی کا گلاس ہی بھر کر پیش کر دے گا، مہمان نوازی کا حق ادا کر دے گا، اتنا تو ہر بندہ ہی کر سکتا ہے۔

(۴) اور فرمایا کہ کنواری بچی کی شادی کرنا، اس میں بھی جلدی کرے اور آج اس عمل میں سستی کی وجہ سے ماحول اور معاشرے کے اندر فحاشی اور عریانی پھیل رہی ہے، بے حیائی پھیل رہی ہے، جتنا بھی جلدی ممکن ہو سکے حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب جوڑ کا خاوند مل جائے تو تم بیٹی کی شادی کرنے میں ہمیشہ جلدی کرو۔

(۵) اور پانچواں فرمایا کہ جنازہ جب تیار ہو جائے تو اس کو دفنانے میں جلدی کی جائے۔

پرندوں کا پنجرہ یا جانوروں کا اصطبل

انسان جب یہ اعمال اپناتا ہے تو پھر اچھا انسان بن جاتا ہے۔ اور اگر ان اعمال سے انسان محروم ہو جائے تو پھر انسان بگڑا ہوا انسان ہوتا ہے۔ اسلئے حسن بصریؒ فرماتے تھے:

هذه الاجساد حبس لطيور او اصطبل الدّواب یہ ہمارے جو جسم ہیں یا تو یہ پرندوں کے پنجرے ہیں یا پھر یہ جانوروں کے اصطبل ہیں۔

ان کے اندر رہنے والا اگر نیک ہے تو وہ جنتی پرندہ ہے، یہ اس کے لیے پنجرہ ہے، جیسے ہی موت کا وقت آئے گا تو اِرْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ (الفجر:28) تو وہ اڑ کر اس پنجرے سے نکل جائے گا اور جنت کا پرندہ بنا دیا جائے گا اور اگر یہ بگڑا ہوا ہے تو یہ بگڑے ہوئے انسان کا جسم اس کے لئے جانوروں کا اصطبل ہے۔

تو ہمیں چاہیئے! کہ ہم اللہ رب العزت سے اس کی مدد مانگیں اور ان اعمال کو اپنائیں تاکہ نیک بن کر زندگی گزارنے والوں میں ہم بھی شامل ہو جائیں۔

تصوف وسلوک کی محنت کا مقصد:

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان کو اپنی اصلاح کی فکر لگ جائے۔ جس محنت سے بندے کو یہ غم لگ جائے، یہ درد نصیب ہو جائے، اس محنت کو آج کے زمانے میں تصوف کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ہمارے مشائخ نے تصوف کے بارے میں مختلف الفاظ میں تعریفیں بیان کیں۔ جو یاد ہیں تو ان کو بیان کر دیتا ہوں، اب اتنا وقت تو نہیں کہ ان تمام کی تفصیل بتائیں، اپنے اپنے علاقوں میں علماء سے تفصیل پوچھ لینا جا کر۔ چونکہ تصوف کی تعریف کرنے کے حقدار تو وہی ہیں جو اس پر عمل کرنے والے ہیں۔ کیونکہ صَاحِبُ الْبَيْتِ اَدْرٰى بِمَا فِيْهَا گھر والا جانتا ہے گھر کے اندر کیا ہے؟

تصوف، اکابر کے اقوال کی روشنی میں:

تو ہمارے اکابر نے تصوف کی جو تعلیمات دیں وہ ذرا سنتے جائیے اور پھر جو علماء ہیں وہ تو ان کو سمجھ ہی لیں گے۔ طلباء بھی ان کو سمجھ لیں، آسان عربی ہے اور جو ہمارے جیسے عوام الناس ہیں وہ اپنے گھروں میں جا کے علماء سے ان کو سمجھ لیں۔

☆...... چنانچہ امام ابو رحیم رحمۃ اللہ علیہ نے حلیۃ الاولیاء میں فرمایا:

التصوف احوال القاھرۃِ و اخلاق الطاھرۃ

☆......جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

الخروج عن کل خلق ظری و الدخول فی کل خلق ثنی

ہر برے خلق سے نکل جانا اور ہر اچھے خلق کو اختیار کر لینا، اس کا نام تصوف ہے۔ بعض نے فرمایا:

تفرد العبد بالصمد الفرد

کہ بندے کا ایک اللہ کے لیے اپنے آپ کو ہر چیز سے الگ کر لینا یعنی توکل اختیار کر لینا، اس کا نام تصوف ہے۔

☆......بعض نے فرمایا:

طلیق الدنیاوالاعراض عن الھم یعنی اللہ کی رضا کے لئے دنیا کو طلاق دے دینا، خواہشات دنیا کو طلاق دے دینا۔

☆......بعض مشائخ نے تصوف کے بارے میں کہا:

السکون فی المصا ئب الی الحبیب

کہ اپنے محبوب کی طرف سے جو حالات آجائیں ان میں پرسکون رہنا، اس کا نام تصوف ہے:

☆......بعض نے کہا:

وقف الھم علی المولی النعم یا ......فی جلا ل القرب یا مواققۃ الحق ومفارقۃ الخلق

حق کے ساتھ موافقت کرنا اور خلق کے ساتھ مفارقت کرنا، اس کو تصوف کہتے ہیں۔

☆......بعض حضرات نے کہا:

عن مراتب الدنيا والعلو الى المكتبة العليا

☆......بعض حضرات نے کہا:

الاعتصام بالحقائق فى اختلاف الطرائق

☆......بعض مشائخ نے کہا:

الاستقامة على المنحجل مستقيم

☆......بعض حضرات نے کہا:

حمل النفس على الشدائد

☆......بعض حضرات نے کہا:

الاسلام الى مقلب القلوب

☆......بعض حضرات نے کہا:

رغبة الى فى درك المطلوب

☆......اور امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تصوف یہ ہے کہ بندے کی کیفیت ایسی ہو جائے

حتى اذا ضاقت عليهم الارض بمارحبت وظنوا ان لا ملجا من الله الااليه

اس کو یہ محسوس ہو کہ اللہ کے سوا میرا کوئی ملجا اور ماوی نہیں، اس کیفیت کو تصوف کہتے ہیں۔

اب بتائیے! یہ تصوف کا اختیار کرنا عین شریعت ہے یا نہیں۔ تو بعض ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو کسی کی

نہیں مانتے، وہ اپنے آپ میں کہتے بھی ہیں کہ ہم نہیں کسی کی مانتے۔ ان کو جو بھی نام دیں آپ سمجھ گئے ہوں گے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں کسی کی مان کر چلتے، ہم اپنی مرضی کرنے والے لوگ ہیں۔تو وہ کہتے ہیں: کہ یہ شریعت میں نئی چیز ہے۔نئی چیز نہیں ہے،''شریعت پر استقامت کے ساتھ عمل کرنا''، اسی کا نام تصوف ہے، اوراسی سے انسان کوولایت کا نور نصیب ہوتا ہے۔

نورِ ولایت کی نشانیاں:

ولایت کے نور کی کچھ نشانیاں ہوتی ہیں۔ کچھ نشانیاں تو وہ جو ظاہر میں نظر آتی ہیں، مثلا: نبی علیہ الصلوۃ و السّلام سے پوچھا گیا کہ اولیاء کون ہوتے ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ وہ بندے کہ جن کو دیکھو تو اللہ یاد آئے۔

یہ اولیاء کی نشانی ہوتی ہے۔

اور عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

میرے بندے اور دوست وہ ہیں جو مجھے یاد کرنے کی وجہ سے یاد کیے جاتے ہیں اوران کو میرے یاد کرنے کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہے، وہ میرے دوست ہوتے ہیں۔

تاہم کچھ ان کی ظاہری نشانیاں بھی ہوتی ہیں جو علماء نے لکھی ہیں، وہ ظاہری نشانیاں ذرا سن لیجیے۔

پہلی نشانی:

تمام دن ذکر کیا کرتے ہیں، ہر وقت اللہ کی یاد میں رہتے ہیں۔حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ تشریف لے جا رہے تھے اور حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں دورہ حدیث کر کے حضرت کی خدمت

میں حاضر تھے، یہ بھی ایک خادم اور مرید ہونے کے ناطے ساتھ تھے،تو حضرت راستے میں ایک جگہ رکے جیب سے کاغذ نکالا اس کے اوپر کچھ لکھا اور جیب میں ڈال لیا اور پھر فرمایا کہ محمد شفیع آپ سمجھے کہ یہ کیا ہوا؟ تو میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ ہی بتا دیجیے! تو فرمایا کہ راستے میں چلتے ہوئے ایک علمی نکتہ میرے دل پر وارد ہوا تھا، میں نے کاغذ پر لکھ کر محفوظ کرلیا تاکہ جب میں تصنیف کا کام کرنے بیٹھوں گا اس وقت اس پر غور خوض کروں گا تو کاغذ پر لکھ کر میں نے اس کو محفوظ کرلیا اور میں نے اپنے دل کو اللہ کی یاد کے لئے فارغ کرلیا۔ ہمارے اکابر اتنا اللہ کے لئے یاد کے لئے اپنے دلوں کو فارغ کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ چند دوستوں کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے لطیفے سنانے شروع کردیے۔ کم وبیش ایک گھنٹہ خوب سب کو ہنسایا اور ہنسانے کے بعد اچانک فرمایا: اچھا بھئی! بتاؤ کہ تم میں سے کون ہے جو ایک گھنٹہ ہنسنے کے بعد بھی اپنے رب سے غافل نہیں ہوا؟ سب حیران رہ گئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی یاد کہاں سے آگئی؟ پھر فرمایا کہ میری یہ حالت تھی کہ میں اگرچہ ایک گھنٹہ تمہیں ہنسنے والی باتیں سناتا رہا مگر میرا دل ایک لمحہ بھی اپنے رب سے غافل نہیں ہوا، ایسا دوام ذکر ہمیں بھی نصیب ہوجائے۔

دوسری نشانی:

اولیاء کی دوسری نشانی یہ ہے کہ یہ فتنوں سے پرہیز کرتے ہیں، بچتے ہیں، اپنے آپ کو فتنوں سے بچا کر رکھتے ہیں۔ لہٰذا کسی بندے کے ساتھ الجھتے نہیں ہیں۔

وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان:63)

جاہل اگر ان سے مخاطب ہوں تو سلام کرکے ایک طرف ہوجاتے ہیں، الجھتے نہیں ہیں، خواہ کوئی

الجھانے کی کوشش بھی کرے۔

تیسری نشانی:

اللہ تعالیٰ ان کو قناعت عطا فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خزانے ان کے لیے کھلے ہوتے ہیں مگر ان کی ذاتی زندگی کو دیکھو تو قناعت والی زندگی ہوتی ہے۔ ابو عبیدہ بن جراح رحمۃ اللہ علیہ کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وقت کے سپہ سالار تھے اور اپنی روٹی پانی میں بھگو کر نوش فرما رہے ہیں۔

چوتھی نشانی:

علم پر عمل کرنے والے ہوتے ہیں، یاد رکھیں! عمل بغیر علم کے سقیم ہوتا ہے، بیمار ہوتا ہے اور علم بغیر عمل کے عقیم کہلاتا ہے۔ عقیم کہتے ہیں بانجھ کو۔ عمل بغیر علم کے سقیم کہلاتا ہے اور علم بغیر عمل کے عقیم کہلاتا ہے اور علم پر عمل صراطِ مستقیم کہلاتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے علم پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

پانچویں نشانی:

یہ لوگ مخلوق کے اوپر شفیق اور مہربان ہوتے ہیں۔

سارے جہان کا درد ہمارے جگر میں ہے

ایسے رحیم و کریم ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دل میں ایسی رحمت اور معرفت عطا فرماتے ہیں، وہ ساری مخلوق پر شفیق اور مہربان ہوتے ہیں۔ اللہ اکبر کبیرا! چنانچہ اللہ کے بندوں پر بھی شفیق اور مہربان اور اللہ کی باقی مخلوق پر بھی شفیق اور مہربان۔

خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سمرقند کے رہنے والے تھے، ایک مرتبہ تہجّد کی نماز پڑھی تو بہت سخت سردی تھی، ٹھٹھرتے ہوئے اپنے بستر کی طرف واپس آئے تو کیا دیکھا کہ ایک بلی ان کی رضائی میں گھس کر سوگئی تھی، تو انہوں نے بلی کو بستر سے نکالنا مناسب نہ سمجھا، بستر کی بجائے مصلے کے اوپر ٹھٹھرتے ہوئے بیٹھ

کر انہوں نے رات گزار دی اور بلی کے آرام کا خیال کیا۔ان کے اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے مریدین میں ایک وہ ہستی عطا فرمائی کہ جس کو مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کہا گیا۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کو ایک کتا ملا جو زخمی تھا، انہوں نے اس کتے کے زخم پر پٹی باندھی اور روزانہ کچھ مزدوری کرتے اور جو ملتا وہ گھر والوں کو دیتے اور کچھ حصے سے اسکے لئے غذا لے جاتے۔ انہوں نے اٹھارہ یا بیس دن اس کتے کی خدمت کی، اس پر اللہ رب العزت نے ان کو یہ مقام عطا فرمایا کہ ان کو سلسلے کا امام بنا دیا۔ان کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ ایک کتے کی خدمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا بلند مقام عطا فرما دیا۔تو اگر جانور کی خدمت پر یہ مقام عطا فرمایا تو ہم اگر انسانوں کی خدمت کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں کتنا بلند مقام عطا فرمائیں گے؟

چھٹی نشانی:

حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے میں ہر وقت فکر مند رہتے ہیں۔حقوق اللہ کو بھی پورا کرتے ہیں اور حقوق العباد کو بھی پورا کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: اگر کوئی آدمی مجھے کہے کہ میں پورے قرآن کا نچوڑ ایک فقرے میں بیان کر دوں تو میں اسکو بیان کر سکتا ہوں۔کسی نے کہا کہ حضرت بتا دیجیے، تو فرمایا کہ پورے قرآن پاک کا نچوڑ ایک فقرے میں یوں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کو عبادت سے راضی کرو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطاعت سے راضی کرو اور مخلوق خدا کو خدمت سے راضی کر لو، یہ پورے قرآن پاک کا ایک فقرے میں نچوڑ ہے۔

ساتویں نشانی:

ان کی ساتویں نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ ظاہری طور پر متواضع بھی ہوتے ہیں اور پرسکون بھی ہوتے

ہیں۔آپ ان کو آپ کبھی بے چین نہیں دیکھیں گے، متکبّر نہیں دیکھیں گے، متواضع ہوتے ہیں اور پرسکون بھی ہوتے ہیں، ان کے اندر بے چینی نہیں ہوتی۔یاد رکھیئے کہ جس کا خدا سے تعلّق ہو جاتا ہے پھر اس کا بے چینی سے تعلّق نہیں ہوتا اور ایسے بندے میں تواضع بھی ہوتی ہے۔ان کے دل جھکے ہوئے ہوتے ہیں آج لوگ جسم جھکاتے ہیں دل نہیں جھکے ہوتے۔اور جس کا دل دنیا میں اللہ کے سامنے نہ جھکا جب قیامت کے دن سجدے کا حکم ہوگا وَهُمْ سٰلِمُوْنَ (القلم:43) ان کو قیامت کے دن سجدے کی توفیق نہیں ہوگی اس لئے کہ دنیا میں ان کا دل اللہ کے سامنے نہیں جھکا تھا۔

آٹھویں نشانی:

اوران کی آٹھویں نشانی یہ کہ یہ مخلوق کی طرف اللہ کے سفیر ہوتے ہیں، یہ لوگ اللہ کے بندوں کی طرف اللہ کے سفیر ہوتے ہیں، اللہ کا پیغام پہنچانے والے ہوتے ہیں، یہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف لے جاتے ہیں۔

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل!

چنانچہ شاہ ایران اور رستم کی موجودگی میں ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ نے اپنی آمد کا مقصد بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ ”اللہ نے ہمیں بھیجا ہے“، ذرا الفاظ پر غور کیجئے گا! ایک صحابی بیان کر رہے ہیں، کیسا فقرہ کہہ دیا! ارشاد فرمایا کہ اللہ نے ہمیں بھیجا ہے۔ان کو یقین تھا کہ ہم اس دنیا میں اللہ کے بندوں کی طرف اللہ کے سفیر بن کر آئے ہیں۔تو فرمایا: ”اللہ نے ہمیں بھیجا ہے تاکہ جس کو وہ چاہے اس کو ہم بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں داخل کر دیں“۔عِبَادَةُ الْعِبَادْ سے نکال کر عِبَادَةُ رَبِّ الْعِبَاد میں داخل کر دیں۔اور دنیا کی تنگی سے نکال کر دنیا کی وسعت میں پہنچائیں اور مذاہب وادیان کے ظلم وستم سے

نجات دلا کر اسلام کے عدل وانصاف کے سائے میں لائیں۔

نویں نشانی:

نویں نشانی یہ ہوتی ہے کہ ان میں توکل ہوتا ہے اور اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ جس طرح بچہ اپنی پریشانی اپنی ماں کو یا باپ کو بتا کر پرسکون ہو جاتا ہے، اس طرح اللہ والے اپنے معاملات اپنے رب کے سامنے پیش کر کے پرسکون ہو جاتے ہیں۔

دسویں نشانی:

اور دسویں نشانی یہ کہ اللہ کی محبّت میں ہی یہ زندہ رہتے ہیں اور اللہ کی محبّت میں ہی دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔ جن کو اللہ کی محبّت نصیب ہو جائے پھر وہ اللہ کی یاد میں، اللہ کے کام میں اپنا وقت گزارتے ہیں۔ آج تو ایک پارہ روزانہ پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی، قرآن مجید کے ساتھ وقت گزارنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ توجہ فرمائیے گا! کہ کیا یہ ہمارے قلب کی ظلمت کی دلیل تو نہیں؟ زیادہ وقت قرآن مجید کے ساتھ گزاریے۔ اور ویسے بھی اب تو رمضان المبارک آرہا ہے خوب قرآن مجید کے ساتھ اپنا وقت گزاریئے۔

ایک بات عرض کرتا ہوں، ذرا توجہ فرمائیے گا، ذرا سمجھنے کی کوشش کیجیے گا! نبی علیہ السّلام کے ساتھ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تعلّق تھا ایسا تعلّق کہ وہ "ثانی اثنین" بن گئے تھے۔ یعنی دو میں سے دوسرے بن گئے تھے، اس لیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نبی علیہ السّلام کا ثنی کہا جاتا تھا، وہ ہمارے سلسلہ کے امام ہیں اگر وہ صاحب قرآن یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ثنی بنے تھے تو ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن کے ثنی بن جائیں۔ قرآن کے ساتھ اتنا وقت گزاریں کہ لوگ کہیں کہ یہ قرآن کا دوسرا ہے۔ تو جب ہم تلاوت قرآن اور ذکر کی کثرت کریں گے تو ہمیں اللہ رب العزت کی محبّت والی زندگی نصیب ہو جائے گی۔

منصور حلاج اور فرعون میں فرق:

اچھا! طلباء کے لیے ایک اشکال اور اس کا پیارا جواب۔ فرعون نے کہا تھا کہ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی (النزعت:24) اور مردود بنا اور دوسری طرف منصور حلاج کی زبان سے بھی نکل گیا تھا کہ اَنَا الْحَق مگر ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ وہ بڑے اولیاء میں سے تھے۔ کیونکہ ان کی زبان سے کسی کیفیت میں یہ الفاظ نکل گئے تھے، مگر تھے اللہ کے مقبول بندے۔ تو یہ کیا وجہ بھئی؟ کہ ادھر سے بھی انا کا لفظ نکلا اور ادھر سے بھی انا کا لفظ نکلا، لیکن ایک مردود بنا اور ایک مقبول بنا، تو فرق کیا ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا۔ ہمارے مشائخ نے بات کو کھولا، انہوں نے فرمایا: ایک مردود بنا کہ اس نے انا کہا تھا اللہ کو مٹانے کے لیے اور دوسرا مقبول بنا کہ اس نے انا کہا تھا اپنے آپ کو مٹانے کے لئے۔ تو چونکہ اپنے آپ کو مٹانے کے لیے انا کہا تھا اسلیے اللہ کے ہاں مقبول ہو گیا۔

زندگی کی ترتیب سیدھی کریں:

ایک بات ذرا توجہ سے سنیے! ایک ٹرین میں دو تین دوست بیٹھے تھے اور سب کی ایسے ہی غافلانہ زندگی تھی، بالکل صاف ستھرے (کلین شیو) تھے، چہرے پر سنت کا نشان ہی نہیں تھا۔ ان کے پاس ایک مولانا صاحب تشریف لے آئے، چہرے پر سنت ہے اور ان کے ہاتھ میں انگریزی اخبار ہے اور انہوں نے انگریزی اخبار کو پڑھنا شروع کیا مگر اس کو الٹا پکڑا ہوا تھا۔ اب جب تینوں نے دیکھا کہ مولانا صاحب انگریزی کا اخبار پڑھنا چاہتے ہیں مگر الٹا پکڑا ہوا ہے، تو وہ ہنسنے لگے، قہقہے لگانے لگے۔ تو مولانا تھوڑی دیر تو سنتے رہے، پھر انہوں نے پوچھا کہ بھئی! خیریت تو ہے آپ لوگ کیوں اتنا ہنس رہے ہیں اور ہنسی اڑا رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا مولانا! لگتا ہے کہ آپ کو انگریزی تو آتی نہیں اور آپ لوگوں

کو دکھانے کے لیے انگریزی اخبار لے کر بیٹھ گئے ہیں اور آپ کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ آپ نے اخبار الٹا پکڑا ہوا ہے! تو مولانا نے کہا: اچھا! میں نے اخبار کو الٹا پکڑا ہوا ہے، تو وہ کہنے لگے کہ ہاں، آپ نے تو اخبار الٹا پکڑا ہوا ہے۔

مولانا صاحب نے کہا: دیکھو! میں نے آپ لوگوں کو سمجھانے کے لیے ایسا کیا، ویسے میں نے ایل ایل بی کیا ہوا ہے اور میں ایک وکیل ہوں، انگریزی بولتا ہوں اور انگریزی پڑھتا ہوں، مجھے پتہ ہے کہ انگریزی کا اخبار کیسے پڑھا جاتا ہے، مگر میں نے آپ لوگوں کی نصیحت کیلیے اخبار الٹا پکڑ لیا۔ مجھے الٹا اخبار پکڑے دیکھ کر آپ ہنسنے لگے کہ میں نے کیسے اخبار پکڑا ہوا ہے؟ دیکھیں! میں نے اخبار کا سرا الٹا پکڑا آپ مجھ پر ہنسنے لگے جب کہ عزیزو! آپ نے زندگی کی ترتیب کا سرا الٹا پکڑا ہوا ہے، زندگی کی ترتیب تو یہ ہونی چاہیے کہ انسان کی آخرت بن جائے اور آپ اسی دنیا میں مرضی پوری کرنے میں لگے ہوئے ہیں، تو آپ نے بھی تو زندگی کی ترتیب کا سرا الٹا پکڑا، ہوا ہے، تو پھر آپ پر بھی تو ہنسنا چاہیے۔ میں نے تو چھوٹا سا نقصان کیا، اخبار الٹا پکڑا تم نے پوری زندگی کا الٹا سرا پکڑا ہوا ہے۔ پھر نوجوانوں کو احساس ہوا کہ یہ تو بڑے پڑھے لکھے بندے تھے، انہوں نے ہمیں بات سمجھانے کے لیے ایسا کیا۔

اگر ہم اپنے اوپر غور کریں تو آج ہم نے بھی زندگی کے الٹے سرے کو پکڑا ہوا ہے۔ سیدھا سرا تو یہ کہ اس دنیا میں اللہ کی مرضی والی زندگی گزار لیں اور الٹا سرا یہ کہ ہماری نفس کی خواہشات پوری ہو جائیں، ہم من مرضی کی زندگی گزار لیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارا حال بھی ٹرین کے ان تین مسافروں کی طرح ہو اور ہم نے بھی زندگی کی ترتیب کو الٹا پکڑا ہوا ہو۔ اگر الٹا پکڑا ہوا ہے تو آج کی اس محفل میں ہم سچی توبہ کر کے زندگی کی ترتیب کو ٹھیک کرنے کی کوشش کریں اور من چاہی زندگی کو چھوڑ کر رب چاہی زندگی گزارنے کی کوشش کریں اور اس کی نیت کر لیں۔

اجتماع کیلئے ہدایات:

آپ اس اجتماع میں اپنا کچھ وقت لے کر آئے، اب آپ کو چاہیے کہ اس وقت کو قیمتی بنا لیں۔ اس سلسلے میں کچھ باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

☆ ذکر وفکر میں وقت گزاریں:

ایک تو اپنا وقت ذکر وفکر میں گزاریے۔ غفلت میں، ایک دوسرے کے ساتھ حقیقت احوال گزارنے میں، کارگزاریاں سنانے میں وقت ضائع نہ کریں۔ پورا وقت ذکر وفکر میں گزارنے کی کوشش کریں، ایک لمحہ بھی دل اللہ سے غافل نہ ہو۔

☆ پر سکون نمازوں کی کوشش کریں:

دوسرا جتنا وقت یہاں لے کر آئے ہیں، اس میں تسلّی کی نمازیں پڑھنے کی کوشش کریں، ہر نماز کے وقت میں یہ نیت کریں کہ اے اللہ! مجھے آپ نے یہاں پہنچا دیا، اب میں تسلّی کی چند رکعت آپ کے سامنے پڑھتا ہوں۔ یہ جو بھاگی دوڑی کی نمازیں ہیں، یہ نہ پڑھنا۔ ہر نماز کے وقت، وقت سے پہلے وضو کر کے آئیں، نماز کی سنتیں پڑھیں، فرض ادا کریں اور باقی نوافل وغیرہ پر سکون انداز میں پڑھیں۔ دل میں یہ نیت رکھیں کہ ہم نے یہاں پر سکون نمازیں پڑھنے کی کوشش کرنی ہے۔ اسی طرح عورتیں بھی کوشش کریں، گھر میں تو بچوں کے مسئلے ہوتے ہیں، گھر کے مسئلے ہوتے ہیں تو انسان بھاگی دوڑی کی نماز پڑھتا ہے، نہیں! یہاں عورتیں بھی پر سکون نمازیں پڑھنے کی کوشش کریں اور مرد حضرات بھی پر سکون نمازیں پڑھیں۔ وقت کی قید نہیں کہ مجھے ایک منٹ میں ختم کرنی ہے یا دو منٹ میں، آپ بے شک اپنی نماز میں پندرہ منٹ لگائیں یا آدھا گھنٹہ لگائیں۔

تہجّد کی پابندی کریں:

دوسرا کام یہ کریں کہ تہجّد کی پابندی کرنے کی کوشش کریں۔ اگر گھر میں تہجّد کی پابندی نصیب نہیں تو کم ازکم جو چند دن یہاں آئے ہیں، یہاں تو تہجّد کی پابندی کرلیں۔ شیطان یہ کوشش کرے گا کہ آپ عشاء کے بعد دیر تک جاگتے رہیں اور جب سوئیں گے ہی ایک بجے تو پھر تین بجے اٹھ کر تہجّد کون پڑھے گا؟ الا ماشاء اللّٰہ۔ تو آپ ان دنوں میں یہ پابندی کیجیے سونے کے وقت میں سوئیں اور جاگنے کے وقت میں جاگیں، عشاء کے بعد جلدی سوئیں تو انشاء اللّٰہ تہجّد میں اٹھنے کی توفیق نصیب ہوجائے گی۔

سچی توبہ کریں:

اور ایک عمل یہ کریں کہ محفلوں میں جب دعائیں مانگی جائیں گی تو ان میں سچی توبہ کی نیت کر کے دعا مانگا کریں تاکہ اللّٰہ تعالیٰ ہمارے پچھلے گناہوں کو معاف کردیں اور آئندہ پرہیزگاری، نیکوکاری کی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمادیں۔ اگر ایک دوسرے سے بات کرنے کو جی چاہے تو حالات کی بات نہ کریں بلکہ جو بیانات ہوں ان کا ایک دوسرے کیساتھ مذاکرہ کرلیا کریں کہ بیان میں مجھے یہ بات یوں سمجھ میں آئی، یہ بات ایسے یاد آئی، یہ مجھے اتنی اچھی لگی، میں نے اس پر عمل کرنا ہے۔ تو بیان کے مذاکرے کو اپنی گفتگو بنا لیجیے۔

ممنوعہ چیزیں:

چند چیزوں سے بچنے کی کوشش کریں:

کھانے کے وقت میں بدنظمی، ہلڑبازی ہمیں قطعاً پسند نہیں ہے۔ آپ حضرات اگر یہاں طلب لے کر آئے ہیں، اصلاح کی نیت سے آئے ہیں تو کھانے کے پیچھے بدنظمی مت پھیلائیے، الحمدللّٰہ! اتنا کھانا تیار کیا جاتا ہے کہ آپ جتنا چاہیں، پیٹ بھر کر کھائیں، کھانے کی کمی نہیں ہے، اللّٰہ کے فضل سے اتنا

انتظام ہے کہ ہر بندہ جی بھر کے، پیٹ بھر کر کھا سکتا ہے۔ ہلڑ بازی کیسی؟ تھوڑے وقت کی بات ہے، اگر جگہ کی تنگی کی وجہ سے سب ایک صف میں بیٹھ کر نہیں کھا سکتے تو آپ دوسری نشست میں کھالیں، تو انتظار کر لیجیے، اپنے علاقے کے علماء کو ترجیح دیجیے، اپنے بھائیوں کو ترجیح دیجیے، ان کو پہلے کھانے کا موقع دے دیجیے اور بدنظمی سے پرہیز کیجیے۔ ہم نے اس اجتماع میں بالخصوص خلفاء حضرات کی خدمت میں گزارش کی ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقے کے لوگوں کو کھانے پر بیٹھے دیکھیں اور اس بات کی تسلّی کریں کہ ان میں سے کوئی بندہ ہلڑ بازی اور بدنظمی پھیلانے کا باعث نہ ہو۔

دوسرا: بیان کے وقت سونے سے پرہیز کریں یا بیان کے وقت آپ بازاروں میں دکانوں پر جانے سے پرہیز کریں۔ ہر کام اپنے وقت پر اچھا لگتا ہے۔ مسجد کے اعمال ختم ہو گئے، ریسٹ مل گیا، اس وقت میں آپ سوئیں یا اس وقت میں آپ بازار میں جائیں یا اس وقت میں آپ اپنے انفرادی اعمال میں مشغول ہو جائیں، اس کی آپ کو اجازت ہوگی مگر یہ نہیں ہوگا کہ ادھر بیان ہو رہا ہو اور اس وقت میں آپ بازار میں بیٹھ کر بریانیاں کھا رہے ہوں۔ اپنے وقت پر کام کیجیے چونکہ آپ ایک مقصد دل میں لے کر آئے ہیں تو پھر آپ کو یقیناً اس محفل کے انوارات نصیب ہوں گے۔

اللہ کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں کرتے:

اصول وضوابط کے ساتھ وقت گزاریں گے تو انشاء اللہ خالی نہیں لوٹیں گے۔ آج کی بھی کیفیت نوٹ کر لیجیے اور جب دعا کے بعد یہاں سے رخصت ہونے لگیں گے تو اس وقت کی کیفیت بھی دیکھ لیجیے آپ کا دل گواہی دے گا کہ گناہوں کا بوجھ یہاں چھوڑ کر! نیکیوں کا نور دل میں لے کر یہاں سے واپس جا رہے ہیں۔

اللہ رب العزت کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں فرماتے بلکہ صاف فرما دیا

أَنِّي لَآ أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ (النسآء:195) مرد ہو یا عورت ہو میں کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔

قبولیت بڑی نعمت ہے:

تہجّد میں چند ایک دعائیں ضرور مانگیں، ایک دعا تو یہ مانگیں کہ اے اللہ! ہمارے اعمال قبول کر لیجیے ہمارا آنا قبول کر لیجیے۔ یہ قبولیت بڑی نعمت ہے،

ایک بندے کا ایک حبشی نوکر تھا، اسے اس سے بڑی محبّت تھی، اس لیے اس کا اصل نام تو عبید تھا لیکن اس نے اس کا نام یوسف رکھا ہوا تھا۔ اب بتائیں محبّت ہے نا! غلام حبشی ہے، کالا اور نام اس نے اس کا رکھا ہوا ہے یوسف، اس پر کسی نے شعر بنایا:

قبولیت اسکو کہتے ہیں اور مقبول ایسے ہوتے ہیں عبیدِ سود کا لقب ہے یوسف ثانی

سود کالے کو کہتے ہیں، انہوں نے عبید سود کو یوسف ثانی کہا ہوا تھا۔ تو بھئی! جب محبّت ہو جائے تو پھر بندہ کالے کو ترجیح دیتا ہے، کہہ بھی دیتا ہے کہ ''گوریاں نوں پراں کرو'' تو اللہ رب العزت بھی اگر ہمیں قبول فرمالیں تو ہمارا کالا پن جو ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہے، پھر انشاءاللہ وہ بھی ڈھل جائے گا اور اللہ کی نظر میں ہم بھی یوسف بن جائیں گے۔ اگر چہ اپنے عملوں کی وجہ سے تو سود ہیں، اندر بھی سیاہی ہے اور چہروں پر بھی دیکھنے میں اعمال کی سیاہی نظر آتی ہے، لیکن اگر اللہ تعالیٰ قبول کر لیں تو یقیناً یہ سیاہی ڈھل جائے گی اور اللہ کی نظر میں ہم یوسف بن جائیں گے۔

قبولیت کے لیے دعا مانگیں:

قبولیت مانگیں، دعا یہ مانگیں کہ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دے کہ ہم آپ کو پسند آ جائیں۔ اللہ اکبر۔ جب

تہجّد میں یہ دعائیں رو رو کر مانگیں گے تو پھر دیکھئے کہ اللہ رب العزت کی رحمت کیسے ڈھانپے گی۔

میں نور کے تڑکے میں جس وقت اٹھا سو کر — اللہ کی رحمت کے دروازے کھلے پائے
عاصی کی صدا پہ جو مانگنے والا ہو — ہاتھ اپنی حقیقت کے، آگے میرے پھیلائے
جو رزق کا طالب ہو، میں رزق اسے دوں گا — جو طالب جنت ہو، جنت کی طلب لائے
جس جس کو گناہوں سے، بخشش کی تمنا ہو — وہ اپنے گناہوں کی کثرت سے نہ گھبرائے
وہ مائل توبہ ہو، میں مائل بخشش ہوں — میں رحم سے بخشوں گا، وہ شرم سے پچھتائے
یہ سن کر ہوئے جاری، آنکھوں سے میرے آنسو — قسمت ہے محبّت میں رونا جسے آجائے
آقائے گدا پرور، سائل ہوں تیرے در کا — میں اور تو کیا مانگوں، تو ہی مجھے مل جائے

کاش! کہ ان دنوں میں ہم اللہ سے ایسے دعائیں مانگیں کہ اللہ رب العزت ہمیں قبول فرما لیں اور اپنا تعلّق نصیب فرما دیں۔ چنانچہ دل میں یہ نیت کر لیجیے کہ اے اللہ! ہم یہاں پر اسلیے حاضر ہوئے ہیں کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری اصلاح ہو جائے، ہم نیک نہ بن سکے، اللہ! تیرے نیک بندوں کی مجلس میں آئے ہیں تا کہ تو ہمیں بھی نیکوں میں شامل فرما دے۔ قرآن مجید کی آیت ہماری اس نیت کو یوں بیان کرتی ہے صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا کہ وہ دعائیں کرتے تھے،

وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ (المآئدہ: 84)

ہم بھی دلوں میں یہ نیت کر لیں پروردگار عالم! ہم حاضر تو یہاں چل کر ہو گئے مگر دل کی تمنا یہ ہے،

وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ (المآئدہ: 84)

اللہ نیک بن تو نہیں سکے مگر تیرے نیک بندوں کے مجمع میں آ کر بیٹھ گئے ہیں، دل میں یہ تمنا رکھتے ہوئے

کہ اللہ! ہمیں بھی آپ نیکوں میں شامل فرما لیجیے۔ ہم جینا بھی انہی میں چاہتے ہیں، مرنا بھی انہی میں چاہتے ہیں اور قیامت کے دن کھڑا ہونا بھی انہی میں چاہتے ہیں۔ پروردگار ہماری اس دعا کو قبول فرما لیجئے اور نیکوں میں ہمارا شمار فرما لیجیے۔

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللّٰهُ يَرْزُقُنِىْ صَلَاحًا

امید ہے کہ اللہ رب العزت ہماری اس حاضری کو قبول فرما کر یقیناً ہمیں نیکوں میں شامل فرمالیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح فرمائیں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ